ماہنامہ
دخترانِ اسلام
لاہور

اپریل 2023ء

تعلق باللہ اور معرفتِ الٰہیہ

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی خطاب

سوشل میڈیا کا مثبت استعمال

اعتکاف
کی شرعی حیثیت اور فقہی مسائل

کتاب کا عالمی دن

کتب بینی کے زوال پذیر رویے

رمضان المبارک کے مبارک ایام

عیدالفطر انعامِ الٰہی کا دن

منہاج سسٹرز یو کے کے زیر اہتمام التزکیہ کیمپ میں ڈاکٹر غزالہ حسن قادری کا خصوصی خطاب

منہاج القرآن ویمن لیگ کے زیر اہتمام ام الکمال سیدۂ کائنات سلام اللہ علیہا کانفرنس کا انعقاد ڈاکٹر فرح ناز کا خصوصی خطاب

خواتین میں بیداریٔ شعور و آگہی کیلئے کوشاں

ماہنامہ
دخترانِ اسلام
لاہور

زیرِ سرپرستی
بیگم رفعت جبین قادری

چیف ایڈیٹر
قرۃ العین فاطمہ

جلد: 30 شمارہ: 4 / رمضان المبارک ۱۴۴۴ھ / اپریل 2023ء

ایڈیٹر: ثناء وحید

ڈپٹی ایڈیٹر: نازیہ عبدالستار

مجلس مشاورت

نوراللہ صدیقی، ڈاکٹر فوزیہ سلطانہ، ڈاکٹر نبیلہ اسحاق
ڈاکٹر شاہدہ مغل، ڈاکٹر فرخ سہیل، ڈاکٹر سعدیہ نصراللہ
مسز فریدہ سجاد، مسز فرح ناز، مسز حلیمہ سعدیہ
مسز راضیہ نوید، سدرہ کرامت، مسز رافعہ علی
ڈاکٹر زیب النساء سرویا، ڈاکٹر نورین روبی

رائٹرز فورم

آسیہ سیف، سعدیہ کریم، جویریہ سحرش
جویریہ وحید، ماریہ عروج، سُمیّہ اسلام

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم
گرافکس: عبدالسلام — فوٹوگرافی: قاضی محموداالاسلام

فہرس

صفحہ	مصنف	عنوان
4		اداریہ (اعتکاف اور اجتماعی عبادت و ریاضت کی فضیلت)
5	مرتبہ: نازیہ عبدالستار	فکرِ شیخ الاسلام: تعلق باللہ اور معرفتِ الٰہیہ
11	محمد فاروق رانا	کتب بینی کے زوال پذیر رویے
17	سمیہ اسلام	رمضان المبارک کے مبارک ایام
21	ڈاکٹر فرخ سہیل	مؤثر معاشرہ کا قیام مگر کیسے؟
24	عائشہ شبیر دیو	منہاجینز ڈے پر ڈائریکٹر منہاجین کا پیغام
25	سعدیہ کریم	سوشل میڈیا کا مثبت استعمال
28	ڈاکٹر انیلہ مبشر	اسلام میں عفت و حیات کا تصور
32	مرتبہ: حافظہ سحر عنبرین	گلدستہ: اپنی شخصیت پر نظر رکھیں
34	خصوصی رپورٹ	فقہی مسائل: اعتکاف کی فضیلت و اہمیت
41	انیلہ الیاس	عید الفطر انعام الٰہی کا دن
44	ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ	ایک آرزو
48	(Hadia Saqib)	The Portrayal of Women in the media

مجلّہ دختران اسلام میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کئے جاتے ہیں، ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت ہے اور نہ ہی ادارہ فریقین کے درمیان کسی بھی قسم کے لین دین کا ذمہ دار ہوگا۔

سالانہ خریداری -/700 روپے — قیمت فی شمارہ -/60 روپے

بدل اشتراک: آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید، امریکہ: 15 ڈالر — مشرق وسطی، جنوب مشرقی ایشیا، یورپ، افریقہ: 12 ڈالر

رابطہ: ماہنامہ دخترانِ اسلام 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور فون نمبرز: 3-042-5169111 فیکس نمبر: 042-35168184

Visit us on: www.minhaj.info E-mail:sisters@minhaj.org

https://www.minhaj.info/di/

فرمان الٰہی

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِيْنًا. لِّيَغْفِرَ لَکَ اللهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْکَ وَيَهْدِيَکَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا. وَّ يَنْصُرَکَ اللهُ نَصْرًا عَزِيْزًا. هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّکِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ط وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَکَانَ اللهُ عَلِيْمًا حَکِيْمًا. لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُکَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ط وَکَانَ ذٰلِکَ عِنْدَ اللهِ فَوْزًا عَظِيْمًا. (الفتح، ۴۸: ۱-۵)

”(اے حبیبِ مکرم!) بے شک ہم نے آپ کے لیے (اسلام کی) روشن فتح (اور غلبہ) کا فیصلہ فرما دیا۔ (اس لیے کہ آپ کی عظیم جدّوجہد کامیابی کے ساتھ مکمل ہوجائے)۔ تاکہ آپ کی خاطر اللہ آپ کی امّت (کے اُن تمام افراد) کی اگلی پچھلی خطائیں معاف فرما دے☆ (جنہوں نے آپ کے حکم پر جہاد کیے اور قربانیاں دیں) اور (یوں اسلام کی فتح اور امّت کی بخشش کی صورت میں) آپ پر اپنی نعمت (ظاہراً و باطناً) پوری فرما دے اور آپ (کے واسطہ سے آپ کی امّت) کو سیدھے راستہ پر ثابت قدم رکھے۔ اور اللہ آپ کو نہایت باعزت مدد و نصرت سے نوازے۔ وہی ہے جس نے مومنوں کے دلوں میں تسکین نازل فرمائی تاکہ ان کے ایمان پر مزید ایمان کا اضافہ ہو، اور آسمانوں اور زمین کے سارے لشکر اللہ ہی کے لیے ہیں، اور اللہ خوب جاننے والا، بڑی حکمت والا ہے۔ (یہ سب نعمتیں اس لیے جمع کی ہیں) تاکہ وہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بہشتوں میں داخل فرمائے جن کے نیچے نہریں رواں ہیں (وہ) ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اور (مزید یہ کہ) وہ ان کی لغزشوں کو (بھی) ان سے دور کردے (جیسے اس نے ان کی خطائیں معاف کی ہیں)۔ اور یہ اللہ کے نزدیک (مومنوں کی) بہت بڑی کامیابی ہے۔“

فرمان نبوی ﷺ

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی الله عنه قَالَ: مَکْتُوْبٌ فِي التَّوْرَاةِ لَقَدْ أَعَدَّ اللهُ لِلَّذِيْنَ تَتَجَافَى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ مَا لَمْ تَرَ عَيْنٌ، وَلَمْ تَسْمَعْ أُذُنٌ وَلَمْ يَخْطُرْ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ، وَلَا يَعْلَمُهُ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ، وَلَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ قَالَ: وَنَحْنُ نَقْرَؤُهَا: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا کَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ [السجدة، ٣٢: ١٧]. رَوَاهُ الْحَاکِمُ. وَقَالَ: هَذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحُ الْإِسْنَادِ.

”حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تورات میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تہجد گزاروں کے لئے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جو کسی آنکھ نے دیکھی نہیں، کسی کان نے سنی نہیں، کسی انسان کے دل میں ان کا خیال (تک) نہیں آیا، نہ ہی انہیں کوئی مقرب فرشتہ جانتا ہے اور نہ ہی کوئی نبی مرسل۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم بھی قرآن پاک میں اس (مفہوم) کے ہم معنی آیت تلاوت کرتے ہیں: ”سو کسی کو معلوم نہیں جو آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لئے پوشیدہ رکھی گئی ہے، یہ ان (اعمالِ صالحہ) کا بدلہ ہو گا جو وہ کرتے رہے تھے۔“

(المنہاج السوی من الحدیث النبوی ﷺ، ص ۴۵۷)

https://www.minhaj.info/di/

خواب

غافل نہ ہو خودی سے، کر اپنی پاسبانی
شاید کسی حرم کا تو بھی ہے آستانہ
اے لا الہ کے وارث! باقی نہیں ہے تجھ میں
گفتارِ دلبرانہ، کردارِ قاہرانہ

(ضربِ کلیم، ص:٩٦٦)

تعبیر

”میرا آپ کو مشورہ ہے کہ لیڈروں کے انتخاب میں ہمیشہ احتیاط کریں۔ آدھی جنگ تو لیڈروں کے صحیح انتخاب سے ہی جیت لی جاتی ہے۔“

(جلسہ عام، حیدر آباد دکن، 11 جولائی 1946ء)

تکمیل

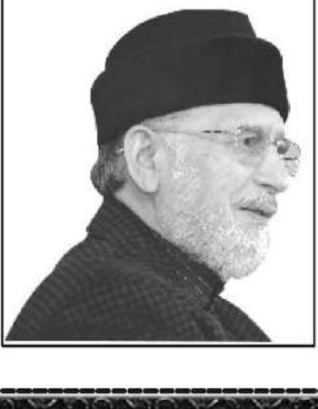

سوشل میڈیا جہاں اس سے خیر کے کام لیتے ہیں شر کے اعتبار سے بھی بڑا دجال فتنہ ہے کیونکہ انسان کے ہاتھ میں پورا گناہوں کا منبع ہے جو شے طبیعت کو رغبت دے اس کو کھلوتے چلے جاتے ہیں۔ دیکھتے چلے جاتے ہیں، گناہ دیکھنے اور سنتے چلے جاتے ہیں۔ پہلے یہ خرابیاں صرف TV پر یقین اب سوشل میڈیا کے ذریعے ہاتھ میں آگئیں۔ اس کو دیکھتے چلے جاتے ہیں حتی کہ ہلاک ہوجاتے ہیں۔ بچ نکلنے کا راستہ نہیں رہتا۔

(خطاب بعنوان: خواطر کی اقسام: ماہنامہ دختران اسلام)

https://www.minhaj.info/di/

اداریہ

اعتکاف اور اجتماعی عبادت و ریاضت کی فضیلت

اللہ رب العزت کے خاص فضل کرم سے ہمیں بار دگر رمضان المبارک کی انوار و تجلیات سے بھرپور ساعتیں میسر آئی ہیں۔ رمضان المبارک کے محدود ایام کی فضیلت الفاظ سے باہر ہے۔ رمضان المبارک کے روزے وہ واحد عبادت ہیں جس کے اجر و ثواب کا ذمہ براہ راست اللہ رب العزت نے خود لیا ہے اور اللہ روزہ دار کی کسی نیکی کو ضائع نہیں ہونے دیتا۔ یہ بھی اللہ رب العزت کی توفیق خاص ہے کہ انسان رمضان المبارک کے ایام میں ہمہ وقت پاکیزگی وطہارت اور عبادت و ریاضت میں مصروف رہتا ہے۔ نمازِ تراویح، نوافل، تہجد اور نمازِ پنجگانہ کی ادائیگی سے بندہ مومن بے پایاں روحانی ثمرات سے بہرہ مند ہوتا ہے۔ رمضان المبارک کے جہاں ان گنت دینی و روحانی فیوض و ثمرات ہیں وہاں اس کے بے پناہ طبّی فوائد بھی ہیں۔ ایک معینہ وقت کے لئے کھانا پینا ترک کر دینے سے انسان کے اعضاء و قویٰ فرحت و تازگی محسوس کرتے ہیں۔ اعضا کی فعالیت کے مجموعی صحت پر انتہائی خوشگوار طبّی ثرات مرتب ہوتے ہیں۔ یوں تو رمضان المبارک میں بہت سارے مقدس ایام اور راتیں آتی ہیں تاہم عشرہ اعتکاف ان سب میں سے نمایاں ہے۔ اعتکاف کی مجالسِ ذکر و فکر انسان کی باطنی دنیا کو بدل دیتی ہیں۔ دورانِ اعتکاف انفرادی و اجتماعی عبادت کے یادگار مواقع میسر آتے ہیں۔ اسلام اجتماعیت کا دین ہے۔ اسلام فرد نہیں جماعت کی فلاح و بہبود کی تعلیمات سے عبارت ہے۔ کسی ایک مقام پر ہزارہا افراد بیک وقت نماز پنجگانہ ادا کرتے ہیں۔ علمی محافل سجاتے ہیں۔ تعلیم و تعلم کی مجالس انعقاد پذیر ہوتی ہیں۔ اجتماعی عبادات سے اللہ اور بندے کا رشتہ بھی مضبوط ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بندوں کا بندوں کے ساتھ مواخات اور ایثار کا تعلق بھی قائم ہوتا ہے۔ قرآن حکیم میں اجتماعی ذکر و ریاضت کا حکم فرمایا گیا ہے ”(اے میرے بندے) تو اپنے آپ کو ان لوگوں کی سنگت میں جمائے رکھا کر جو صبح و شام اپنے رب کو یاد کرتے ہیں اس کی رضا کے طلب گار رہتے ہیں“ مجالس ذکر کے شرکا پر اللہ رب العزت کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ ایک دفعہ حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابو سعیدؓ حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ نے فرمایا ”جب بھی لوگ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے بیٹھتے ہیں انہیں فرشتے ڈھانپ لیتے ہیں اور رحمت انہیں اپنی آغوش میں لے لیتی ہے اور ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ ان کا تذکرہ اپنی جماعت میں کرتا ہے“۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری دامت برکاتہم العالیہ اپنی شہرہ آفاق کتاب حسنِ اعمال میں مجالس ذکر کی فضیلت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ”مجالس ذکر میں بیٹھنے والا عام انسان بھی اللہ کی بخشش و رحمت سے محروم نہیں رہتا کیونکہ اہل ذکر کے من کی دنیا اللہ کے ذکر سے روشن ہو جاتی ہے۔ انہیں اس کارخانہ قدرت کی ہر چیز میں اس محبوب حقیقی کا جلوہ حسن نظر آتا ہے اور ان کے دل میں ہر وقت یادِ الٰہی کا چراغ روشن رہتا ہے۔ جب وہ ذکر کر رہے ہوتے ہیں تو فرشتے نازل ہو کر ان کے لئے بخشش کی دعا مانگتے ہیں اور ان کے لئے استغفار کرتے ہیں“۔ اعتکاف کے دوران سجنے والی مجالس ذکر و فکر سے زیادہ فضیلت والی مجالس اور کوئی نہیں ہو سکتیں۔ اللہ رب العزت ہمیں رمضان المبارک کے باقی ماندہ روزے رکھنے اور اعتکاف کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور عشرہ اعتکاف کی طاق راتوں کے فیوض و برکات سمیٹنے کی توفیقات سے نوازے۔ (چیف ایڈیٹر)

تعلق باللہ اور معرفتِ الٰہیہ

دنیا مردِ حق کے اندر گم ہو جاتی ہے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا فکری خطاب

مرتبہ: نازیہ عبدالستار

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَمَنْ یَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ

(آل عمران، ۳: ۱۰۱)

اور جو شخص اللہ (کے دامن) کو مضبوطی سے پکڑ لیتا ہے تو اسے ضرور سیدھی راہ کی طرف ہدایت کی جاتی ہے o

اللہ پاک نے فرمایا: جس نے اللہ کا دامن تھام لیا وہ سیدھی راہ پا گیا۔ اللہ رب العزت نے اپنا دامن تھامنا اس کی تعریف فرمائی۔ اور پہلی کئی کتب میں جو انبیاء علیہم السلام پہ نازل فرمائیں اُن میں یہ راز کی بات اللہ رب العزت نے بیان کی۔

اللہ پاک نے اس کا معنیٰ خود بیان فرمایا اپنے انبیاء و اولیاء کو فرمایا:

من أردنا أردناه۔o

جس نے ہمارا ارادہ کیا ہم نے اُس بندے کا ارادہ کر لیا۔

یہ ہے اللہ کا دامن، بندے نے کیسے تھاما اور اللہ نے اُس کو سیدھی راہ کیسے دے دی۔ فرمایا: جس بندے نے ہمارا ارادہ کر لیا ہم اُس کا ارادہ کر لیتے ہیں۔ اور یاد رکھ لیں! حضور سیدنا غوث الاعظمؓ نے ارادہ کے باب میں مرید کی تعریف فرمائی ہے غنیۃ الطالبین میں۔ مرید کسے کہتے ہیں؟ مرید کہتے ہیں ارادہ کرنے والے کو۔ مرید کے باب میں قرآن مجید آیت کریمہ کا حوالہ دے کر آپ نے فرمایا: جو اللہ کا ارادہ کرلے اور دل خالصتاً اللہ کے ارادے میں فنا ہو جائے اُس کو مرید کہتے ہیں۔

جب بندے نے اللہ کا ارادہ کیا تو وہ تو مرید بن گیا۔ جب اللہ بندے کا ارادہ کرتا ہے تو پھر بندہ کیا بنتا ہے؟ جب بندہ اللہ کا ارادہ کرے تو مرید بنتا ہے اور جب اللہ اُس بندے کا ارادہ فرمالے تو وہی مرید مراد بن جاتا ہے۔ پہلے طالب بنا تھا اب مطلوب ہو جاتا ہے۔ پہلے محب بنا تھا اب محبوب ہو جاتا ہے۔

تعلق باللہ کے تین درجات

پہلا درجہ

ومن أراد منا أعطيناه۔o

ایک جو ہمارا ارادہ کرے ہم اُس کا ارادہ کر لیتے ہیں۔ تو کتنے خوش نصیب ہوں گے وہ لوگ جن کا ارادہ اللہ کر لے۔ اللہ جن کو چاہنے لگے۔ اللہ جن کی طرف اپنی توجہ فرمالے۔ اللہ جن کی طرف اپنے لطف و کرم کا چہرہ کر لے۔ ہم تو اللہ کے مرید بننے کے طالب رہتے ہیں، اللہ نے فرمایا: میرے بندے! میں تو تجھے مراد بنانے کو تیار ہوں۔ لیکن تو خالصتاً میرا ارادہ تو کر اور اپنے دل کو میرے ارادے سے بھر۔ پھر دیکھ ہم تجھے مراد کا مقام کیسے دیتے ہیں۔ اور پھر جب بندہ اللہ کی طرف سے مراد ہو جاتا ہے تو ساری دنیا پھر اُس بندے کا ارادہ کرنے لگتی ہے۔ لوگوں کے ارادے اُس بندے کی طرف دوڑنے لگ جاتے ہیں۔ چونکہ اللہ نے جب ارادہ کر لیا، جب اللہ کا چہرۂ شفقت، چہرۂ لطف و کرم اُس بندے کی طرف ہو گیا تو بندے اس کی طرف کیوں نہیں دوڑیں گے۔

دوسرا درجہ

پہلے تھا جس نے ہمارا ارادہ کیا، میری ذات کا ارادہ کیا اور مجھ سے کوئی بھی اور شے نہ چاہی، مجھ سے فقط مجھے مانگا تو اُس کا ہم نے ارادہ کر لیا۔ دوسری بات فرمائی:

ومن أراد منا أعطيناه۔o

اور جو ہم سے کسی شے کا ارادہ کرے ہم نے اُسے وہ شے عطا کر دی۔

سو اللہ سے کوئی شے مانگو تو اللہ وہ شے دے دیتا ہے اور اللہ سے اللہ مانگو تو اللہ ہم کو چاہنے لگتا ہے۔ پھر فرمایا:

تیسرا درجہ

ومن أحببناه ومن اکتفی بنا عنّا لنا کنّا له وما لنا۔()

جس نے ہم سے محبت کی ہم اُس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ اور جو کچھ ہمارے پاس ہے جس نے اُس پر قناعت کر لی (مولیٰ! جو کچھ تیرے پاس ہے میں اُسی پر بھروسہ کرتا ہوں) تو ہم بھی اُس بندے کے ہو گئے اور جو کچھ ہمارا ہے سب اُسی بندے کا ہو گیا۔

یعنی جس نے ہم پر اکتفا کر لیا، بھروسہ کیا، پھر طالب اور محتاج بن کر دائیں بائیں تکتا نہ رہا۔ جس نے ہم پر بھروسہ کر لیا ہم اُسی کے ہو گئے اور جو کچھ ہمارا ہے وہ بھی اُسی کا ہو گیا۔ علامہ اقبال کا ایک شعر ہے

؎ کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اللہ پاک فرماتے ہیں: کُنَّا لَہٗ وَمَا لَنَا ہم بھی اُسی بندے کے ہو گئے اور جو کچھ ہمارا ہے وہ بھی اُسی کا ہو گیا۔

اللہ کو طلب کرنے کا طریقہ

پھر ارشاد ہوا اللہ پاک نے اپنے اولیاء کے دل میں الہام کیا، فرمایا:

ألا من طلبني وجدني ومن طلب غيري لم يجدني۔

میرے بندے آگاہ ہو جا! جس نے مجھے طلب کیا (صدقِ دل کے ساتھ) اُس نے مجھے پا لیا اور جس نے میرے سوا کسی اور شے کی طلب کی (وہ اُسے پائے یا نہ پائے) مجھے نہیں پائے گا۔

خاص طور پہ ہم لوگ اولیاء اور عرفاء کے ماننے والے ہیں، اُن کی اولادوں میں سے، اُن کے اتباع میں سے، اُن کے احباب میں سے، اُن کے پیروکاروں میں سے، اُن کے نام لیوا ہیں ہمیں زیادہ توجہ دینی چاہیے کہ وہ کیا تھے، جنہوں نے رب کو پا لیا تھا اور جب رب کو پا لیا تھا تو رب نے اُن کو چاہ لیا تھا پھر ساری کائنات انہی کی ہو گئی تھی۔ ہم وہ راہ چھوڑ کر دنیا کے پیچھے مارے مارے پھرتے ہیں۔

؎ کافر کی یہ شان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ شان کہ گم اُس میں ہے آفاق

مردِ حق وہ ہوتا ہے کہ دنیا اُس میں گم ہوتی ہے، دنیا اُس کی تلاش میں ماری ماری پھرتی ہے۔ کیوں؟ اللہ جب کسی بندے کا ارادہ کر لیتا ہے تو پھر دنیا اُس کی تلاش میں نہیں پھرے گی تو کہاں جائے گی۔ جب ہم دنیا کی تلاش میں مارے مارے پھرنے لگتے ہیں تو دنیا ہماری مراد بن جاتی ہے اور ہم دنیا کے مرید ہو جاتے ہیں۔ اب سائے کے پیچھے چلیں تو سایہ آگے آگے ہوتا ہے، آپ پیچھے چلتے ہیں۔ اُسی جگہ اگر رخ بدل لیں سائے کی طرف پشت کر کے الٹی سمت چلنے لگ جائیں آپ آگے چلتے ہیں سایہ پیچھے پیچھے رہتا ہے۔ دنیا آپ کو نہیں چھوڑتی۔ اولیاء کو اللہ پاک نے الہام کیا بندے! اگر تو دنیا کی طلب میں چلے گا تو دنیا تیرے آگے بھاگے گی اور اگر دنیا کو پشت کر کے میری طرف چلے گا تو دنیا تیرے پیچھے آئے گی۔ فرمایا:

ألا من طلبني بالتوبة وجدني بالمغفرة۔

جس نے مجھے توبہ کی آرزو کے ساتھ طلب کیا اُس نے مجھے مغفرت کے ساتھ پا لیا۔ جس نے توبہ کا دامن لے کے مجھے طلب کیا وہ میری مغفرت کو پا لے گا۔

ومن طلبني بشكر النعمة وجدني بالزيادة۔

جس نے نعمتوں کو شکر کے حال میں مجھے طلب کیا وہ میری طرف سے نعمتوں کا بے حساب کثرت کے ساتھ عطا ہونا پا لے گا۔

جس نے مجھ پر توکل اور اعتماد رکھ کر مجھے طلب کیا وہ مجھے زندگی میں کافی پالے گا۔ اُس کی کوئی حاجت ادھوری نہیں رہے گی۔

ومن طلبني بالقربة وجدني بالمؤانسة۔
جس نے میرے قرب کو طلب کرتے ہوئے مجھے طلب کیا وہ مجھے اپنے سے محبت کرتا ہوا پالے گا۔
ومن طلبني بالمحبة وجدني بالوصلة۔O
جس نے میری محبت کے ساتھ مجھے طلب کیا وہ مجھے پالے گا۔

رازِ ولایت کیا ہے؟

اولیاء اور عرفاء نے یہاں بیان کیا حضرت عبدالواحد بن زیدؓ (حضرت عبدالواحد بن زیدؓ جلیل القدر تابعین میں سے ہیں، امام حسن بصریؒ کے حلقہ میں بیٹھتے تھے اور تابعین کے دور کے اولیاء و عرفاء میں سے تھے) فرماتے ہیں: میں ایک روز سفر پہ جا رہا تھا اور سفر کے دوران کسی صحرا میں ایک اللہ والا ملا، اُس نے کملی اوڑھی ہوئی تھی۔ میں نے انہیں سلام کیا۔ میں نے کہا:

رحمك الله أسئلك مسئلة۔

اے اللہ والے! میں آپ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔

وہ عارف جواب دیتا ہے: بیٹے! پوچھ لے جو کچھ پوچھنا ہے مگر مختصر بات کر اس لیے کہ دن گزرے جا رہے ہیں اور سانسوں کی گنتی ہو رہی ہے۔ آپ نے پوچھا:

ما رأس التقوىٰ

تقویٰ کی جڑ کیا ہے؟ یا تقویٰ کا کمال کیا ہے؟

فرمایا: اللہ کے ساتھ صبر پہ رہنا یہ تقویٰ ہے۔

میں نے پوچھا:

صبر کا راز کیا ہے؟

قال: التوكل على الله۔

فرمایا: ہر حال میں اللہ پر توکل رکھنا۔

پھر میں نے پوچھا: توکل کا راز کیا ہے؟ فرمایا:

الإنقطاع إلى الله۔

ہر طرف سے دھیان کو کاٹ کر فقط اللہ کے دھیان پر لگ جانا۔

میں نے پوچھا:

ما ألذ الأشيائ

اس دنیا میں سب سے لذیذ ترین شے کیا ہے؟

قال: الأنس بذكر الله۔

فرمایا: اللہ کے ذکر سے اُنس رکھنا۔

میں نے پھر پوچھا:

ما أطيب الأشيائ

سب سے زیادہ خوبصورت اور پاکیزہ شے کیا ہے؟

فرمایا:

العيش مع الله۔

اللہ کے ساتھ زندگی کی راحت پانا۔

زندگی ایسے گزارنا کہ اللہ کی معیت میں گم رہے اور اللہ کی معیت میں رہنے سے زندگی کا مزہ لے۔ سفر میں ہو، حضر میں ہو، اٹھے، جاگے، سوئے، چلے، پھرے، کھائے، پیئے ساری زندگی تصور کرے کہ اللہ کی معیت میں لذت لے۔

میں نے پوچھا: سب سے زیادہ قریب شے کیا ہے جو آسانی سے مل سکے؟

قال: اللحوق بالله۔

فرمایا: اللہ سے ملنا۔

اے بندے! اللہ سے ملنا بہت قریب ہے۔ مگر تو ملنا چاہتا نہیں ہے۔ وہ فرماتا ہے:

وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ۔

(ق، ۵۰: ۱۶)

اور ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیںO

وہ ملنا چاہتا ہے، ہم ملنے پر تیار نہیں۔ پھر پوچھا:

أي شيء أوجع للقلب

دل کے لیے سب سے زیادہ تکلیف دہ شے کیا ہے؟

قال: فراق الله۔

فرمایا: اللہ سے جُدا رہنا۔

اللہ کے حکم سے جُدا رہنا، اللہ کے فرمان سے جُدا رہنا، اللہ کے اوامر سے جُدا رہنا، اللہ کی قربت طلبی سے جُدا رہنا۔ جس راہ پر اللہ چاہتا ہے کہ تم چلتے ہوئے نظر آؤ اُس سے جُدا رہنا۔ اللہ سے جدائی اختیار کر لینا بڑی تکلیف دہ چیز ہے۔

پھر پوچھا: سب سے زیادہ سرور اور خوشی کس شے میں ہے؟

https://www.minhaj.info/di/

قال: حسن الظن باللہ۔

فرمایا: ہر حال میں اللہ کے ساتھ اچھی امید رکھنا۔

ما القلب السلیم

سلامتی والا دل کیا ہے؟

قال: الذی لم یکن فیه سوی اللہ۔

فرمایا: سلامتی والا دل وہ ہے جس دل میں اللہ کے سوا کچھ نہ ہو۔

سارا دل اللہ کے جلوے سے معمور ہو۔ اللہ کی محبت سے، اللہ کی قربت سے، اللہ کی رضا سے۔ اللہ کے دھیان میں سارا دل بھرا ہو وہ دل قلب سلیم ہے۔ اور میں نے پوچھا: چلتے چلتے بتا جائیں

من أین تأکل

آپ کھاتے کہاں سے ہیں؟

قال: من خزائن اللہ۔

فرمایا: اللہ کے خزانوں سے کھاتا ہوں۔

پوچھا: آپ کو پسند کیا شے ہے؟

فرمایا: اللہ جو فیصلہ کرے وہی شے پسند ہے۔

عرض کی: جاتے ہوئے مجھے کوئی وصیت کر دیں جو میں زندگی میں اپنالوں۔

فرمایا: بیٹے! اللہ کی اطاعت پر عمل کرنا۔ اللہ کے فیصلوں پر راضی رہنا۔ اللہ کی یاد میں لذت لینا۔ اور اس طرح اللہ کے محبوب بندوں میں شامل ہو جانا۔ یہ ہے رازِ ولایت۔

اب اسی کو حضرت یحیٰ بن معاذ الرازیؒ، اکابر اولیاء میں سے ہیں۔ اُن سے پوچھا گیا: قلب صحیح کی علامت کیا ہے؟

قال: الذی هو من هموم الدنیا مستریح۔

فرمایا: جو دنیا کے غموں سے پاک ہے وہ قلب سلیم ہے۔

جس میں دنیا کا غم نہیں، دنیا کا دکھ نہیں، یہ نہ ملا، یہ نہ ملا، مال کم ملا، فلاں مالدار زیادہ، فلاں کے پاس گاڑیاں زیادہ، فلاں کی کوٹھی بڑی، فلاں کی عزت بڑی، جاہ و منصب بڑی، طاقت بڑی، میرے پاس یہ نہیں، میرے پاس یہ نہیں۔ یہ جو گورکھ دھندے ہیں، یہ جو لعنتیں ہیں، یہ جو مصیبتیں ہیں، یہ جو اذیتیں ہیں جس نے انسان کے دل کو رنجوں سے، پریشانیوں سے، اذیتوں سے بھر رکھا ہے۔ نہ سوتے سکون ہے نہ جاگتے۔ سکون ہی نہیں ہے، چین نہیں ہے، ہر وقت دھیان دنیا کی چیزوں کا رہتا ہے۔

پوچھا: صحت مند دل کیا ہے؟

فرمایا: جو دنیا کے گورکھ دھندوں سے پاک ہو جائے وہی دل صحت مند ہے۔

پوچھا: اُس دل کے لیے غذا کیا ہے کہ صحت مند ہو؟

فرمایا: دل کی خوراک مولیٰ کا ذکر ہے۔

وہ حی اور قیوم ہے جو دل اُس کا ذکر کرتا ہے وہ دل زندہ ہو جاتا ہے اللہ کی طرح۔

میں نے پوچھا: صدق اور ارادہ کیا ہے؟ ارادے کی سچائی کیا ہے؟

قال: ترك ماعلیه العادة۔

فرمایا: اگر ارادہ چاہتے ہو تو عادت کو چھوڑ دو۔

دنیا کی روش چھوڑ دو ارادہ سیدھا ہو جائے گا۔

پوچھا: وما الشوق؟

شوق کیا ہے؟

آقا علیہ السلام دعا فرماتے مولیٰ! اپنا شوق عطا فرما۔

فرمایا: جو کچھ نیچے دنیا میں ہے اسے نہ دیکھنا جو اوپر ہے اُس کو دیکھنا۔

پوچھا: مرید کسے کہتے ہیں؟ مرید کی علامت کیا ہے؟

فرمایا: جو غلاموں کے پیچھے نہ دوڑے وہ مرید ہے۔

پوچھا: لذت کیا ہے؟

فرمایا: رب سے موافقت رکھنا۔

رب جس حال میں رکھے اُس کے ساتھ دل اور طبیعت موافق ہو جائے۔ رب جو فیصلہ کر دے دل اُس کے موافق رہے۔ رب جو آپ کے لیے چاہے دل اُس پر راضی ہو۔ فرمایا: اگر آپ کی طبیعت اور اللہ رب العزت کے امر میں موافقت پیدا ہو جائے تو ساری زندگی لذت سے معمور ہو جاتی ہے۔

میں نے پوچھا: غریب (مفلس) کون ہے؟

فرمایا: جسے مولیٰ کی محبت نصیب نہیں ہے وہی غریب ہے۔

اور جسے دل میں مولیٰ کی محبت ملی ہے وہ غریب نہیں وہ غنی ہے۔ مال اُس کے ہاتھ میں ہو یا نہ ہو۔ چونکہ اُس کے دل میں مولیٰ

ہے اُس سے بڑا غنی اور امیر کوئی نہیں۔ اللہ کی محبت اُس کو غنی کرتی ہے۔ پوچھا:

افضل الاعمال کیا ہے؟

قال: ذکر اللہ علیٰ کل حال۔

فرمایا: ہر حال میں مولیٰ کا ذکر کرنا۔

ہر حال میں مولیٰ کی یاد رکھنا سب اعمال سے افضل عمل ہے۔

میں نے پوچھا: دلوں پہ حجاب آجاتے ہیں۔

دلوں پر جو پردے آجاتے ہیں اور انوار نظر نہیں آتے، حجاب القلوب کیا ہیں؟

فرمایا: وہ لوگ جو خود پرورش کے محتاج ہیں۔ ہمارے جیسے لوگ جن کو پرورش چاہیے۔ اللہ پالتا ہے، جو پلنے کے محتاج ہیں۔ جو اُن پر بھروسہ کر لیتا ہے اُس کے دل پر پردے آجاتے ہیں۔ اور جو پرورش کرنیوالے پر بھروسہ کرتا ہے اُس کے دلوں کے پردے اٹھا دیے جاتے ہیں۔

پوچھا: وفا کیا ہے؟

فرمایا: صدق وصفا کا نام وفا ہے۔

دل دنیا کے دھیان سے خالی ہو جائے اور کدورتوں سے پاک ہو جائے، رنجشوں سے صاف ہو جائے اس حالت کو وفا کہتے ہیں۔

پوچھا: شریف (عزت والا) کون ہے؟

فرمایا: جو رب لطیف کے ساتھ محبت رکھے وہی شریف اور عزت والا ہوتا ہے۔

میں نے پوچھا: دنیا کیا ہے؟

فرمایا: جو شے تجھے اللہ سے دور کر دے اُس کا نام دنیا ہے۔

خواہ مصلے پر کھڑے ہو، مصلیٰ بھی اللہ سے دور کر سکتا ہے۔ اگر مصلے پر اس خیال سے کھڑے ہو کہ مجھے کوئی دیکھ لے گا تو کہے گا بڑا عبادت گزار ہے۔ تو کھڑے مصلے پر تھے مگر مصلے والے سے دور ہو گئے۔ سجدے میں ہو، دھیان یہ ہے کہ لوگ عبادت گزار سمجھیں گے، میری تعظیم ہو گی، سجدے نے اللہ سے دور کر دیا۔ اعمال صالحہ عبادت کر رہے ہو، مگر عبادت اس لیے کہ تعظیم ہو، بڑے عبادت گزار بزرگ سمجھے جاؤ مولیٰ سے دور ہو گئے۔ ہر وہ عمل جو مولیٰ سے دور کر دے خواہ وہ عبادت کا عمل ہے یا دنیا کے معاملات کا عمل ہے اُس کو دنیا کہتے ہیں۔ اور ہر وہ عمل جو مولیٰ کے قریب کر دے وہ عبادت ہے۔

معرفت الٰہی کے تقاضے

حضرت ابو یزید بسطامیؒ (سلطان العارفین) فرماتے ہیں: اللہ پاک کی بارگاہ میں میں نے عرض کیا:

دل کرتا ہے کہ تیرے پاس آؤں اور تجھ سے ملوں۔ تجھ سے ملاقات ہو، دل چاہتا ہے تیرا وصال ہو۔

حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں رب نے جواب دیا:

نفس کو چھوڑ دے اور میرے پاس آجا۔

رکاوٹ نفس ہے۔ رکاوٹ 'میں، ہے۔ یہ جو نفس ہے یہ تجھے مجھ سے ملنے نہیں دیتا۔ اس نفس کو نکال دے، 'میں، کو نکال دے میں تیرے سامنے ہوں میرے پاس آجا۔

پھر ارشاد فرمایا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے:

مبارک ہو اُس شخص کو جس نے اللہ کو ایسا یاد کیا کہ سوائے اللہ کے کوئی یاد اُس کے دل میں بچی ہی نہیں ہے۔

ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہم بھی تسبیح کرتے ہیں مگر تسبیح دنیا کے لیے کرتے ہیں۔ تسبیح عزت و جاہ کے لیے کرتے ہیں۔ تسبیح مخلوق کے لیے کرتے ہیں۔ اللہ کے لیے تسبیح، اللہ کے لیے ذکر، اللہ کے لیے عبادت اُس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی ایسی یاد کی جائے کہ کسی غیر کی یاد دل میں رہے ہی نہیں۔ اور فرمایا:

مبارک ہو اُس شخص کو جو اللہ سے ڈرا، پھر ایسا ڈرا کہ اُس کے بعد کائنات میں کسی سے ڈرا نہیں۔

فرمایا:

مبارک ہو اُس شخص کو جس نے اللہ سے مانگا، اور ایسا مانگا کہ دامن کسی اور کے سامنے پھیلایا نہیں۔

پھر اسی کا ہو گیا۔ یہ جب کیفیت نصیب ہوتی ہے۔ اس کیفیت والوں کا حال کیا ہوتا ہے؟

امام ابن سیرینؒ (جلیل القدر تابعی) فرماتے ہیں:

اگر یہ حال دل کو نصیب ہو جائے کہ اللہ کی چاہت سے دل بھر جائے اور ہر چاہت دل سے نکل جائے یہ کیفیت ہو جائے

https://www.minhaj.info/di/

فرماتے ہیں: اگر مجھے اختیار دے دیا جائے کہ ادھر جنت ہے اور ادھر دو رکعتوں کا وقت ہے۔ جنت لے لو یا دو رکعت نماز پڑھ لو۔ ایک ہی شے ہے تو کیا کرو گے؟ فرمایا: خدا کی قسم!

تخییرت الرکعتین۔

جنت نہیں چاہوں گا، دو رکعتوں کا وقت لے لوں گا۔

زاویہ نگاہ بدل جاتا ہے۔ ترجیحات بدل جاتی ہیں۔ بندے کی سوچ بدل جاتی ہے۔ شخصیت بدل جاتی ہے۔ اُس کی جنت پہ نگاہ نہیں پڑتی جو اللہ سے جڑ جاتا ہے۔ جو اللہ کے عشق کی لذت لے لیتا ہے، جو اللہ کے تعلق اور وصال کی شراب کے جام پی لیتا ہے۔ ادھر جنت ہے ادھر دو رکعت نفل ہے، فرمایا: جنت چھوڑ دوں گا۔ کہہ دوں گا مجھے دو نفل پڑھ لینے دو۔ پوچھا: کیوں؟ فرمایا:

اس لیے کہ دو نفل پڑھنے میں مولیٰ کی رضا بھی ہے اور مولیٰ کی قربت بھی ہے۔

جو قربت اُن دو رکعتوں میں ملے گی، میرے مولیٰ کی رضا ملے گی وہ جنت میں کہاں۔ اور فرمایا: جنت میں نفس مشغول ہوتا ہے مرغوبات میں، باغات میں، چشموں میں، حور و قصور میں وہاں دل حور و قصور میں لگ جاتا ہے نماز میں دل صرف مولیٰ کے ساتھ لگا رہتا ہے۔ اُس میں نفس کا اشتغال ہے اس میں اللہ کے ساتھ ربط ہے۔

حضرت ذوالنون مصریؒ یا اُس زمانے کے کوئی اور ولی اللہ فرماتے ہیں: میں کعبۃ اللہ کے طواف میں تھا، میں نے دوران طواف ایک نوجوان کو دیکھا۔ (نوجوان خاص طور پہ توجہ کریں۔ یہی زندگی ہے بدلنے کی۔ جب یہ زندگی ڈھل جائے گی پھر وقت نہیں آئے گا۔ بدل لو اپنے آپ کو، سنور جاؤ۔ پہچان لو کہ رب کے تعلق اور دنیا کی چاہت اور غلامی میں کتنا فرق ہے۔ اعلیٰ لو ادنیٰ سودا چھوڑ دو۔) اُس جوان کی حالت خراب تھی، کپڑے پھٹے ہوئے تھے، چہرے کا رنگ زرد تھا، پریشان حال تھا۔ میں نے سمجھا کئی دنوں سے بھوک ہے، فاقہ ہے اور کپڑوں کا حال دیکھ کے اندازہ کیا بڑی غربت ہے۔ مجھے اُس پر ترس آ گیا۔ میرے پاس سو دینار تھے میں نے سو دینار جیب سے نکالے اور طواف میں چپکے چپکے تیزی سے اُس کے ساتھ ملا تاکہ کوئی نہ دیکھے اور اُس کے ساتھ ہو کر اُس کے ہاتھ میں سو دینار پکڑانے کی کوشش کی۔

اُس نے میرا ہاتھ جھٹک دیا۔ پھر سو دینار آگے بڑھ کے پکڑانے کی کوشش کی پھر جھٹک دیا۔ میں اُس کو پکڑاؤں وہ جھٹک دے۔ بالآخر میں نے کہا کہ میرے جوان بیٹے! میں نے آپ کی حالت سے اندازہ کیا کہ آپ کو پریشانی ہے، میرے پاس یہ سو دینار ہیں لے لیں اور اپنی کچھ ضرورتیں پوری کر لینا۔ وہ جوان رک گیا اور مجھے دیکھ کے کہتا ہے:

مجھے سو دینار دے کر میرے اس حال کو آپ بدلنا چاہتے ہیں؟ یہ حال بڑی مشکل سے میں نے مولیٰ سے لیا ہے۔ خدا کی عزت کی قسم! اگر ساری جنت اور جنت کی ساری نعمتیں دے دی جائیں اور یہ حالت لے لی جائے تو یہ سودا بھی نہیں کروں گا جنت کے عوض۔

آپ تو سو دینار دے کے دنیا کے میرے حال کو بدلنا چاہتے ہیں۔ اس حال میں جو مجھے لذت ہے کہ میرے مولیٰ کے ساتھ ہمہ وقت ایک تعلق قائم رہتا ہے اور میں اُس تعلق کی لذت میں جو مصروف رہتا ہوں وہ میں ان پیسوں کے ساتھ نہیں بیچنے لگا۔

لوگو! طلب میں بھی خالص بنو، اللہ کی یاد میں بھی خالص بنو اور اللہ کی معرفت اور محبت میں بھی خالص بنو۔ پھر دیکھو زندگی کے لطف ہی کچھ اور ہوں گے۔ زندگی کے مزے ہی کچھ اور ہوں گے۔ ہم نے خدا کی قسم! وہ لطف چکھا ہی نہیں ہے۔

حضور غوث الاعظمؒ کے ایک کلام کا پہلا مصرعہ ہے:

سَقَانِي الْحُبُّ كَاسَاتِ الْوِصَالِ

فَقُلْتُ لِخَمْرَتِي نَحْوِي تَعَالِي

میری محبت نے وصال کا جام پی لیا اور اُس نے کہا میری طرف اور بڑھتا آ۔

لہٰذا اس کا عکس آ جائے۔ ایک قطرہ مل جائے۔ اُس رخ پہ چل پڑیں، اُسی راہ پہ چل پڑیں۔ دل کا رخ سنور جائے، دل بتوں سے خالی ہو جائے، اُس کا نور آ جائے، ایک تجلی آ جائے، زندگی بدل جائے گی، پھر غموں بھری اور رنجوں بھری زندگی میں بھی دل رنجیدہ نہیں ہو گا۔ دل خوش بھی رہے گا، زندگی خوشگوار رہے گی۔ اللہ رب العزت ہمیں لیلۃ القدر کی رات کی برکت اور اعتکاف کے ایام کی مبارک راتوں کی برکت سے یہ حال عطا کر دے۔ آمین

کتاب کا عالمی دن

کتب بینی کے زوال پذیر رویے

کتاب ذہن و شعور کو جلا بخشتی ہے

محمد فاروق رانا۔ ڈائریکٹر فریدِ ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ

دنیا جتنی بھی ترقی کرلے کتاب اور قلم کی ضرورت ہمیشہ قائم رہے گی۔ ان دو چیزوں کے بغیر انسان کا گزارا ہی نہیں ہو سکتا۔ آج دنیا کو جو کچھ میسر ہے وہ کتاب کی بدولت ہے۔ اگر کتاب نہ ہوتی تو انسان ترقی کی منازل کیسے طے کرتا؟ اگر کتاب نہ ہوتی انسان اپنی زندگی کو گزارنے کے راہ نما اصول کیسے سیکھتا؟ اگر کتاب نہ ہوتی تو انسان اور حیوان میں کیا فرق ہوتا؟ کتاب کا تعلق انسان کے ساتھ جسم اور روح کی مانند ہمیشہ جُڑا رہے گا۔ انسان کو تمام تر طاقت کتاب سے حاصل ہوتی ہے۔ کتاب کو پڑھ کر وہ اپنی اِصلاح کرتا ہے، اپنی فکر بناتا ہے اور مخلوقِ خدا کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ گویا کتاب کے بغیر انسان ناقص ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسی لیے قسم کھاتے ہوئے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ‎ [الْقَلَم، 68 / 1]

’’نون (حقیقی معنی اللہ اور رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں)، قلم کی قَسم اور اُس (مضمون) کی قَسم جو (فرشتے) لکھتے ہیں۔‘‘

انسان کی علمی اور عملی زندگی مطالعۂ کتاب سے لازم و ملزوم ہے۔ کتاب ایک ایسا اِنسانی ورثہ ہے جس کے بغیر انسان بہتری کی طرف نہیں بڑھ سکتا۔ کتاب اور قلم کے بغیر انسانی زندگی اپنے معمولات میں جمود اور فتنہ و فساد کا شکار ہو جائے گی۔

1۔ کتاب کی ضرورت و اہمیت

ارشادِ نبوی ہے:

قَيِّدُوا الْعِلْمَ بِالْكِتَابَةِ.

’’علم کو کتاب میں قید کرو، یعنی لکھا کرو۔‘‘

اِسی بنا پر علماء و مفکرین کتاب کو کنز اور خزانہ قرار دیتے تھے۔ علامہ ابن الجوزی فرماتے ہیں:

إِذَا وَجَدْتُ كِتَابًا جَدِيْدًا، فَكَأَنِّيْ وَقَعْتُ عَلَى كَنْزٍ.

’’جب مجھے کوئی نئی کتاب ملتی ہے تو یوں محسوس ہوتا ہے گویا مجھے کوئی خزانہ مل گیا ہے۔‘‘

کتاب قاری کو اپنے دور کے مصنفین کے اَفکار و نظریات اور اَحوالِ زمانہ سے آگاہ رکھتی ہے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے نئے افراد کی مضبوط کھیپ تیار کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ جہاں قاری کتب کے ذریعے حالاتِ حاضرہ سے آگاہی حاصل کرتا ہے وہاں کچھ کتب اسے دورِ قدیم کے نامور ائمہ، محدثین، فلاسفہ، حکماء اور مفکرین سے بھی فیض یاب ہونے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ یعنی دورِ جدید میں رہتے ہوئے اگر دورِ قدیم تک کوئی رسائی حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کا واحد ذریعہ کتاب ہے۔ چنانچہ علامہ ابن الجوزی فرماتے ہیں:

’’لوگ جتنا علم اپنے اسلاف کی کتابوں میں پاتے ہیں اتنا علم اپنے اساتذہ اور مشائخ سے نہیں لیتے۔‘‘

اچھی کتب کا مطالعہ نہ صرف انسان کے ذہن و شعور کو جِلا بخشتا ہے بلکہ انسان کو مہذب بھی بناتا ہے۔ بہترین کتب انسانی شخصیت میں نکھار اور وقار عطا کرتی ہیں۔ کتاب سے دوستی انسان کو

شعور کی نئی منزلوں سے روشناس کرواتی ہے۔ الغرض! کتاب ہی انسان کی بہترین مونس اور رفیق ہے۔

2۔ کن کتب کا مطالعہ مفید ہے؟

اس بارے میں حتمی طور پر کوئی بات کہنا تو دشوار ہے کیوں کہ ہر شخص کا ذوق دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ ایک آدمی ایک فن سے دلچسپی رکھتا ہے تو دوسرا کسی دوسرے سے۔ البتہ چند ایسے امور ذکر کیے جا سکتے ہیں جن کی روشنی میں اس جہت کا تعین ممکن ہے:

1۔ قرآن مجید کا مطالعہ کیا جائے اور اسے ترجمہ کے ساتھ پڑھا اور سمجھا جائے۔ بہتر ہے کہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا جدید ترین اور سلیس ترین ترجمہ عرفان القرآن زیرِ مطالعہ رکھا جائے۔ یہ ترجمہ دنیا کی ایک درجن زبانوں میں موجود ہے۔ لہٰذا اگر کلام اللہ کو bed book بنا لیا جائے تو دنیا و آخرت میں کام یابی مقدّر ہو جائے گی۔

> مطالعہ انسانی ذہن کی بند گرہ کو کھولتا ہے اور شعور بیدار کرتا ہے جس سے انسان معاشرے کا کار آمد فرد، قوم کا ہونہار سپوت اور رازِ نکتہ سے واقف ہوتا ہے۔ اچھی علمی کتاب کا مطالعہ ایک ایسا عمل ہے جس میں انسان کو کسی بھی نقصان کا خدشہ نہیں ہوتا بلکہ اہلِ دانش کے نزدیک کتاب سے بہترین اور کوئی دوست نہیں ہوتا

2۔ کتبِ احادیث اور کتبِ سیرت کو مطالعہ میں رکھا جائے تاکہ اکمل ترین انسان ﷺ کی حیاتِ طیبہ سے شناسائی ہو اور اُسوۂ کامل کی پیروی کی جا سکے۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ حدیث کے حوالے سے بھی حضور شیخ الاسلام کی مختلف موضوعات پر 160 سے زائد کتب موجود ہیں اور سیرۃ الرسول ﷺ پر اُردو زبان میں ضخیم ترین تصنیف بھی آپ ہی کی ہے۔ نیز خصائص اور فضائل و خصائلِ رسول ﷺ کے موضوع پر کئی درجن کتب جسم و جان کی شگفتگی اور قلب و روح کی تازگی کا ساماں لیے ہوئے ہیں۔

3۔ صحابہ و صحابیاتؓ اور اہل بیت اطہار علیہم السلام کے حالات و واقعات پر مشتمل کتابوں کا مطالعہ کیا جائے۔ حضور شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ کی کئی درجن کتب اس طرح کے موضوعات پر موجود ہیں، جن کے مطالعہ سے دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائیاں سمیٹی جا سکتی ہیں۔

4۔ سلف صالحین اور دیگر ائمہ و علماء کی زندگیوں کو پڑھا جائے، جنہوں نے اُمت و انسانیت کے لیے نمایاں خدمات انجام دیں۔

5۔ تاریخ کی کتب کو ضرور پڑھا جائے کیوں کہ جو قوم اپنی شاندار روایات اور تاریخ کو زندہ رکھتی ہے، وہ زندہ رہتی ہے۔ اور جو قوم اپنی تاریخ فراموش کر دیتی ہے، وہ خود بھی نسیاً منسیا ہو جاتی ہے۔

6۔ قدیم کتب کے ساتھ ساتھ جدید کتب اور موضوعات کو بھی زیرِ مطالعہ لائیں تاکہ علوم کے میدان میں ہونے والی جدید تحقیقات سے آگہی ہوتی رہے۔ حضور شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ نے جدید موضوعات پر بھی بہت کچھ لکھا ہے۔ معاشیات، سائنس، انسانی حقوق، عصریات، فروغِ امن اور انسدادِ انتہا پسندی و دہشت گردی کے موضوعات پر جتنا کچھ آپ نے لکھا ہے، اتنا کسی اور نے نہیں لکھا۔

7۔ جس فن سے دلچسپی ہو، اس کے ماہرین کی مشاورت سے متعلقہ کتب کو زیرِ مطالعہ لائیں۔

8۔ اَخلاق و آداب (morality and noble character) کے موضوع پر کتب کا ضرور مطالعہ کیا جائے تاکہ ایک مثالی معاشرے کی تشکیل کے لیے مثالی افراد تیار کیے جا سکیں۔

9۔ کتابی ذوق رکھنے والے افراد سے وابستگی اختیار کی جائے اور کتابوں کے حوالے سے وقتاً فوقتاً ان سے راہ نمائی لی جائے کیوں کہ جیسے اچھی کتاب کے مطالعے سے آدمی فکری بلندیاں حاصل کر لیتا ہے، اسی طرح کسی غیر موزوں کتاب کے پڑھنے سے وہ اخلاقی پستیوں کا بھی شکار ہو سکتا ہے۔ بقول اکبر الٰہ آبادی:

دل بدل جائیں گے تعلیم بدل جانے سے اچھی کتابوں کا مطالعہ انسان کو مہذب بناتا ہے، شخصیت میں نکھار اور وقار عطا کرتا ہے۔ کتاب سے دوستی انسان کو شعور کی نئی منزلوں سے روشناس کراتی ہے۔ اچھی کتابیں زندگی پر بہت اچھے اثرات مرتب کرتی ہیں۔ انسانی مزاج میں نرمی پیدا ہوتی ہے۔ ذہن پر خوشگوار اور صحت مند اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ مطالعے سے انسان کے اندر

مثبت اور مضبوط سوچ پیدا ہوتی ہے۔ مطالعہ سے انسان کے اندر دلیل کے ساتھ بات کرنے کا ملکہ پیدا ہوتا ہے۔ آج ہم سنی سنائی باتوں کی بجائے مطالعہ کے ذریعے اپنے اندر تحقیق کا رجحان پیدا کریں تو بہت سے مسائل اور جھگڑوں سے چھٹکارا حاصل کر سکتے ہیں۔ اگر ملتِ اسلامیہ دوبارہ سے دنیا میں عزت اور عروج حاصل کرنا چاہتی ہے تو ہمیں چاہیے کہ علم کی اس متاعِ گم گشتہ کو پھر سے حاصل کرنے کی فکر کریں کیوں کہ علم کے اس زینے سے گزرے بغیر کامیابی کی بلندی تک پہنچنا ایک ناممکن عمل ہے۔

3۔ دورانِ مطالعہ کن اُمور کو ملحوظ رکھا جائے؟

کتاب کی تعیین کے بعد جب قاری اُسے پڑھنا شروع کرے تو چند باتوں کا اہتمام ضرور کرے:

1۔ جو مطالعہ کر رہے ہوں، اس کے مفید اور کار آمد ہونے کا یقین دل میں موجود ہو۔

2۔ اس تصور کے ساتھ مطالعے کا آغاز کریں کہ یہ پڑھنا ہی اس وقت میرے لیے دنیا کا اہم ترین مشغلہ ہے۔... اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ آپ ہجوم میں بھی ہوں گے تو یک سوئی آپ کو خود بہ خود حاصل ہو جائے گی۔

3۔ مطالعے کے لیے ایک متعین لائحہ عمل اور دن میں ایک وقت ضرور مقرر ہونا چاہیے تاکہ پڑھنے کی عادت پیدا ہو جائے۔ اس کے علاوہ بھی جب وقت اور موقع میسر آئے کچھ نہ کچھ پڑھ ڈالیے۔ ایسا کرنے سے تسلسل قائم رہے گا اور کتاب سے رشتہ مضبوط تر ہوگا۔

4۔ مطالعہ سے قبل اپنے ہاتھ میں قلم تھام لیجیے۔

5۔ سب سے پہلے کتاب کی فہرست، اُس پر درج مقدمہ/پیش لفظ/دیباچہ یا کسی کا تبصرہ و تقریظ ہو تو اُسے پڑھیں۔

> ایک مشہور مقولہ ہے کہ اگر دو دن تک کسی کتاب کا مطالعہ نہ کیا جائے تو تیسرے دن گفتگو میں وہ شیرینی باقی نہیں رہتی یعنی اندازِ تکلم تبدیل ہو جاتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ کتابوں کے مطالعے سے ہمیں ٹھوس دلائل دینے اور بات کرنے کا سلیقہ آتا ہے

6۔ دورانِ مطالعہ اہم باتوں کو نشان زد کرتے جائیے۔ جب فارغ ہو جائیں تو ان مفید اُمور کو اپنی مخصوص ڈائری میں قلم بند کیجیے تاکہ مکرّر تلاش کی مشقت سے محفوظ ہو جائیں۔

7۔ مطالعے کے بعد دماغی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر مطالعہ شدہ مواد سے نتائج اَخذ کریں اور پھر حاصلِ مطالعہ اور نتائج کو ذہن نشین کر لیں۔ بہتر ہوگا کہ اسے بھی کاغذ پر منتقل کر لیا جائے۔

4۔ مطالعہ کیسے کریں؟

حضرتِ اِنسان علم کے باعث ہی زمین کی گہرائیوں میں جھانکتا، سمندر کی تہوں کو بے نقاب کرتا اور کائنات کے ذرّے ذرّے میں پوشیدہ اَسرار کی نقاب کشائی کرتا ہے۔ اس کا دار و مدار وسیع مشاہدے، ذاتی کاوشوں اور خصوصاً مطالعے کے چند اہم اصولوں پر ہے۔ مطالعہ ایک فن ہے۔ جو لوگ اس فن کو جانتے ہیں، وہ بہت کم وقت میں زیادہ فائدہ حاصل کر لیتے ہیں۔ لیکن زیادہ تر لوگوں کے ساتھ یہ مسئلہ ہے کہ وہ پوری پوری کتاب پڑھ بیٹھتے ہیں مگر انہیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ انہوں نے اس مطالعہ سے کیا حاصل کیا ہے۔ ذیل میں چند راہ نما اُصول درج کیے جا رہے ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر مطالعہ میں دلچسپی بڑھائی جاسکتی ہے:

1۔ کوئی بھی تحریر پڑھنے سے پہلے خود سے یہ سوال کیجیے کہ اس کے پڑھنے سے آپ کا مقصد کیا ہے؟ کیا آپ کو خاص معلومات کی تلاش ہے، یا آپ نے کچھ سیکھنا ہے؟ یا محض وقت گزاری کے لیے پڑھ رہے ہیں؟ یہ بہت اہم سوالات ہیں اور آپ کے مقصد کو واضح کرتے ہیں۔

2۔ ہمیشہ شور و غل سے پاک ماحول میں مطالعہ کریں۔ دورانِ مطالعہ مکمل توجہ مرکوز رکھیں۔ توجہ ہٹانے والی اشیاء، موبائل، لیپ ٹاپ، وغیرہ کو دورانِ مطالعہ خود سے دور رکھیں۔

3۔ اگر آپ تھکے ہوئے ہیں یا کسی بھی قسم کا ذہنی دباؤ ہے تو مطالعہ موقوف کر دیں۔

4۔ زیرِ مطالعہ کتاب میں اہم حصوں کو نشان زد کریں، یا پوائنٹر سے نمایاں کریں تاکہ بعد میں خاص نکات کو تلاش کرنے

میں آسانی رہے اور اگر کتاب لائبریری کی ہے یا کسی دوست سے مستعار لی ہے تو نشان زد کرنے کے بجائے خاص جملوں اور پیرا گراف وغیرہ کو اپنے پاس کاپی میں نوٹ کر لیں۔

5۔ جو چیز یاد کرنی ہو اسے بار بار دہرائیں۔ بہتر ہے کہ چوبیس گھنٹے کے اندر دو بار دہرا لیں۔ ماہرین کے مطابق ہمارا دماغ چوبیس گھنٹے بعد چیزوں کو بھولنا شروع کر دیتا ہے۔ اگر ایک بار ان کی تکرار کر لی جائے تو اسے ہفتوں یاد رکھا جا سکتا ہے۔

6۔ دوسروں کو پڑھانے، پڑھا ہوا سنانے یا لکھنے سے بھی کوئی بات یا تحریر زیادہ عرصے تک ہمارے ذہن میں محفوظ رہتی ہے۔

7۔ کسی بھی مضمون یا تحریر کو پڑھتے وقت اس میں اپنی ذات کو شامل کر لیں۔ ماہرین نفسیات کے مطابق جس کام میں ہماری اپنی ذات شامل ہوتی ہے وہ ہمیں زیادہ دیر تک یاد رہتی ہے۔

8۔ مطالعہ کرنے کے بعد خود سے سوال کریں کے آپ نے کیا سیکھا؟ کیا حاصل کیا؟ یا یہ کہ اگر مجھے متعلقہ تحریر کے بارے کسی کو بتانا ہو تو کیا بتاؤں گا؟

5۔ عہدِ حاضر میں کتاب بینی کی ناگزیریت

ایک مشہور مقولہ ہے کہ اگر دو دن تک کسی کتاب کا مطالعہ نہ کیا جائے تو تیسرے دن گفتگو میں وہ شیرینی باقی نہیں رہتی یعنی اندازِ تکلم تبدیل ہو جاتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ کتابوں کے مطالعے سے ہمیں ٹھوس دلائل دینے اور بات کرنے کا سلیقہ آتا ہے۔

ترقی یافتہ ممالک میں آج انٹرنیٹ کے دور میں بھی کتابیں پڑھنے کے رجحان میں غیر معمولی کمی نہیں ہوئی۔ وہاں زیادہ تر گھروں میں کتابوں کا کچھ نہ کچھ ذخیرہ دکھائی دیتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کتاب ان کی ضروریات زندگی میں شامل ہے۔

کتابیں ہماری محسن اور غم خوار ہیں۔ گوشۂ تنہائی میں ہمارے لیے ایک بہترین انیس ثابت ہوتی ہیں۔ ہم بلند پایہ مصنفوں کے خیالات، عظیم شعراء کے کلام اور بزرگوں کے حالات زندگی کے بارے میں جان پاتے ہیں جو ہمارے لیے علم کی لازوال دولت محفوظ کر گئے۔ ان ہستیوں نے دنیا کو دیکھا، پرکھا، دنیا کی تلخیوں کے گھونٹ پیے، ملکوں ملکوں کی مسافت طے کی، قوانینِ قدرت کا مطالعہ کیا اور پھر برسوں کے غور و فکر کے بعد فطرت کے سربستہ رازوں کو منکشف کیا اور اپنے مشاہدات و تجربات کا نچوڑ کتابوں کی صورت میں ہمارے سامنے رکھا تاکہ ہم ان مشاہدات و تجربات سے مستفید ہو سکیں۔

دل بدل جائیں گے تعلیم بدل جانے سے اچھی کتابوں کا مطالعہ انسان کو مہذب بناتا ہے، شخصیت میں نکھار اور وقار عطا کرتا ہے۔ کتاب سے دوستی انسان کو شعور کی نئی منزلوں سے روشناس کراتی ہے۔ اچھی کتابیں زندگی پر بہت اچھے اثرات مرتب کرتی ہیں۔ انسانی مزاج میں نرمی پیدا ہوتی ہے۔ ذہن پر خوشگوار اور صحت مند اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ مطالعے سے انسان کے اندر مثبت اور مضبوط سوچ پیدا ہوتی ہے۔ مطالعہ سے انسان کے اندر دلیل کے ساتھ بات کرنے کا ملکہ پیدا ہوتا ہے

6۔ کتاب بینی کے فوائد

کتابوں کا بڑا اور اوّلین مقصد یہی ہے کہ انہیں پڑھا جائے اور ان سے عملی زندگی میں استفادہ کیا جائے۔ وہ مصنف کے طویل مطالعے کا نچوڑ ہوتی ہیں۔ قاری ان سے کم وقت میں بہت سے فوائد حاصل کر سکتا ہے۔ مثلاً:

1۔ مطالعہ سے متعدد و متنوّع افکار سے واقفیت حاصل ہوتی ہے۔

2۔ ایک ہی مضمون کو کئی اسالیب میں اظہار کا ملکہ پیدا ہوتا ہے۔

3۔ فکر اور سوچ کا دائرہ وسیع ہوتا ہے، دماغی صلاحیتیں جِلا پاتی ہیں۔

4۔ پڑھنے سے قوتِ حافظہ کو تقویت ملتی ہے۔ امام بخاری سے حافظہ کی دوا کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمانے لگے:

لَاأَعْلَمُ شَيْئًا أَنْفَعَ لِلْحِفْظِ مِنْ نَهْمَةِ الرَّجُلِ، وَمُدَاوَمَةِ النَّظَرِ.

https://www.minhaj.info/di/

حکیم الامت علامہ محمد اقبال نے جب ورثہ اسلامی کو مغرب کی دیواروں میں مقید پایا تو ان کا قلب لخت لخت ہوگیا۔ جو علوم وفنون کی بہترین کتب ہمارے اسلاف نے رقم کیں وہ اہلِ مغرب کے لیے استفادے کا باعث بن رہی ہیں اور ہم اپنے ہی ورثے سے لاتعلق ہیں جس کی وجہ سے ترقی اور وقار دونوں ہم سے چھین لیے گئے ہیں

"حافظہ کے لیے آدمی کے اِنہماک اور دائمی نظر و مطالعہ سے بہتر کوئی شے میرے علم میں نہیں۔"

5۔ اپنی کمزوریوں اور جہالت کا ادراک ہوتا ہے اور حصولِ علم کی جستجو میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔

6۔ صحیح اور غلط کی پہچان اور تنقید کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔

7۔ وقت فضولیات میں ضائع ہونے سے محفوظ ہوتا ہے۔

8۔ مختلف لوگوں کے اَسالیب تحریر سامنے آتے ہیں، جس سے لکھنے کا صحیح ڈھنگ آجاتا ہے۔

9۔ مطالعے سے فن تخلیق کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔

10۔ آدمی کی ہمت اور حوصلے میں اضافہ ہوتا ہے، کچھ کر دکھانے کا جذبہ اس میں جوش مارنے لگتا ہے کہ جب دنیا یہ کارنامے انجام دے سکتی ہے تو میں بھی کر سکتا ہوں۔

11۔ انسان میں چھپی صلاحیتیں ظاہر ہوتی ہیں اور ظاہری صلاحیات مزید نکھرتی ہیں۔

مطالعہ انسانی ذہن کی بند گرہ کو کھولتا ہے اور شعور بیدار کرتا ہے جس سے انسان معاشرے کا کارآمد فرد، قوم کا ہونہار سپوت اور رازِ نکتہ سے واقف ہوتا ہے۔ اچھی علمی کتاب کا مطالعہ ایک ایسا عمل ہے جس میں انسان کو کسی بھی نقصان کا خدشہ نہیں ہوتا بلکہ اہلِ دانش کے نزدیک کتاب سے بہترین اور کوئی دوست نہیں ہوتا۔

سرور علم ہے کیفِ شراب سے بہتر
کوئی رفیق نہیں ہے کتاب سے بہتر

7۔ کتب سے لگاؤ اور ہمارا مستقبل

جدید دور میں اگرچہ مطالعے کے لئے نئے نئے ذرائع متعارف کروائے گئے ہیں اور پھر ٹیکنالوجی کے باعث علم کے حصول میں انقلاب بپا ہوچکا ہے مگر یہ کہنا غلط نہیں کہ کتابوں کی دائمی اہمیت وافادیت اپنی جگہ قائم ودائم ہے اور اس میں اضافہ بھی ہو رہا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ انسان اور کتاب کا رشتہ اتنا ہی قدیم ہے جتنا خود انسانی تہذیب و تمدن کا سفر اور علم وآگہی کی تاریخ قدیم ہے۔ کتب بینی سے جذبۂ عمل کو ترغیب ملتی ہے۔

ہمارے عہد کی نسل کو کتابوں کی دنیا بہت روکھی پھیکی دکھائی دیتی ہے۔ وہ بڑی چھوٹی سکرین میں زیادہ دلچسپی لیتے ہیں۔ وہ لطف جو کتب بینی میں پنہاں ہے اسے سمجھنے کے لیے ان کے پاس وقت نہیں ہے۔ لکھاری کی انگلی پکڑ کے قاری فہم و فراست اور درون بینی کی جن وادیوں سے گزرتا ہے وہ وادیاں کارٹون کے شوخ رنگوں میں کہیں گم ہو کے رہ گئی ہیں۔ عین ممکن ہے کہ وطن عزیز پاکستان میں ایک دن کتاب بھی نوادرات میں شامل ہو جائے جب کہ مغربی ممالک میں پاکستان کے برعکس صورت حال ہے۔ وہاں کتاب کو اہمیت اور مقبولیت حاصل ہے۔ کثیر تعداد میں کتابیں چھاپی اور پڑھی جاتیں ہیں۔

اخبار پڑھنے کا رُحجان بھی موبائل فونز اور کیبل کی سہولت کی نظر ہو چکا ہے۔ خبریں سنائی اور دکھائی دیتی ہیں تو پڑھنے کی کیا ضرورت ہے؟ لیکن تیزی سے بڑھتے ہوئے یہ سب رجحانات صحت مندانہ نہیں ہیں بلکہ ہمارے لیے لمحہ فکریہ ہیں۔

حکیم الامت علامہ محمد اقبال نے جب ورثہ اسلامی کو مغرب کی دیواروں میں مقید پایا تو ان کا قلب لخت لخت ہوگیا۔ جو علوم و فنون کی بہترین کتب ہمارے اسلاف نے رقم کیں وہ اہلِ مغرب کے لیے استفادے کا باعث بن رہی ہیں اور ہم اپنے ہی ورثے سے لاتعلق ہیں جس کی وجہ سے ترقی اور وقار دونوں ہم سے چھین لیے گئے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا

https://www.minhaj.info/di/

کتب بینی کو فروغ دینے کے لیے ضروری ہے کہ مقامی سطح پر عوامی کتب خانے قائم کیے جائیں جہاں مختلف موضوعات پر کتب موجود ہوں۔ اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو اس نام نہاد جدید دور میں ہماری آنے والی نسلوں پر علم کے دریچے ہمیشہ کے لیے بند ہو جائیں گے اور جس معاشرے میں علم کے دریچے بند ہو جائیں وہاں صرف جہالت، اندھیرا اور پسماندگی چھا جاتی ہے۔

آج ہماری نئی نسل میں ذہنی تناؤ اور دباؤ جیسی بیماریاں بھی اسی لیے عام ہو رہی ہیں کہ وہ حقیقت پسندی سے کوسوں دور ہیں۔ وہ زندگی کے نشیب و فراز کے بارے میں بالکل آگہی نہیں رکھتے کیوں کہ وہ مطالعہ نہیں کرتے۔ اگر روزانہ مختصر وقت کے لیے کسی اچھی کتاب کا مطالعہ کیا جائے تو depression، anxiety، damnesia اور alzheimer جیسی بیماریاں لاحق ہونے کے خطرات کم ہو جاتا ہے۔ اس لیے ذہن کو صحت مند رکھنے کے لیے اچھی کتابوں کا مطالعہ اسی طرح ضروری ہے جیسے جسمانی صحت کو برقرار رکھنے کے لیے ورزش ضروری ہے۔ اس سے نا صرف انسان کا شعور بیدار ہوتا ہے بلکہ سوچ کا زاویہ بھی وسیع ہوتا جاتا ہے۔

کتب بینی سے انسان کے اندر تحقیقی اور تجزیاتی سوچ پروان چڑھتی ہے جس کے نتیجے میں انسان دینی، قومی اور بین الاقوامی امور پر ایک واضح سوچ رکھنے کے قابل ہوتا ہے۔ ایک کثیر المطالعہ شخص کو کسی جھوٹے پراپیگنڈے سے متاثر نہیں کیا جاسکتا، ایسا شخص بڑی تیزی سے معاملات کی تہ تک پہنچنے کی صلاحیت حاصل کر لیتا ہے۔

کتب بینی کے نتیجے میں انسان اپنے مقصد حیات کو متعین کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے جو ایک با مقصد زندگی گزارنے کے لیے از حد ضروری ہے۔ جبکہ مطالعے کے دوران میں کسی ایسے فرد کی زندگی کے بارے میں پڑھنا جو اپنی زندگی میں آنے والی رکاوٹوں کو عبور کر کے اپنی زندگی کے مقصد کو حاصل کر لیتا ہے۔ در حقیقت یہ شے انسان کے اندر اپنے مقاصد کے حصول کے لیے عزم کو بڑھا دیتی ہے جس سے انسان کو یک گونا تحریک ملتی ہے اور اپنے مقصد میں کامیابی کے حصول کے لیے جستجو میں لگ جاتا ہے۔

8۔ لمحہ فکریہ

قارئین و قارئات! یہ صرف لمحہ فکریہ ہی نہیں بلکہ ازل ترین المیہ ہے، بلکہ زندگی اور موت کا معاملہ ہے۔ جس دین کا پہلا حکم اِقْرَأْ یعنی پڑھنے کا تھا، اُس دین کے پیروکار آج علم سے کوسوں نہیں میلوں دور ہیں۔ محنت سے جی چُرا رہے ہیں۔ شارٹ کٹس کی تلاش میں رہتے ہیں اور علم حاصل نہیں کرتے۔ اِسی لیے دنیا بھر میں ذلیل ورُسوا ہو رہے ہیں۔ حالاں کہ یہ فطری اُصول ہے کہ ترقی صرف اور صرف علم کے راستے سے ہوتی ہے۔ یہ ایک صبر آزما اور تسلسل کے ساتھ جاری رکھنے والا عمل ہے۔ حضور شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں: ”علم بہت نخرے والا ہے، اگر آپ اسے نخرے دکھائیں گے تو یہ آپ کے پاس نہیں آئے گا۔“ اِسی طرح امام ابو یوسف کا یہ قول بھی آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہے:

لَا يُعْطِيْكَ الْعِلْمُ بَعْضَهُ حَتَّى تُعْطِيَهُ كُلَّكَ.]الجامع لأخلاق الراوی و آداب السامع للخطیب البغدادی[

”علم اُس وقت تک تمہیں اپنا کچھ حصہ بھی عطا نہیں کرے گا جب تک تم اپنا سب کچھ علم کے لیے وقف نہیں کر دیتے۔“

ہمیں سوچنا ہوگا کہ کتب بینی صرف ایک شوق یا ضرورت ہی نہیں بلکہ ہماری اجتماعی زندگی کے لیے آکسیجن کی حیثیت رکھتی ہے اور اسی میں زندگی اور بقاء مضمر ہے۔ جب اِجتماعی زندگی کا مدار اِس پر ہے تو اِس کے لیے کاوشیں بھی اِجتماعی طور پر کی جائیں گی تو بار آور ہوں گی۔ ہمیں علم اور کتاب سے محبت کا کلچر زندہ کرنا ہوگا۔ حضور شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں: ”جو شخص علم سے محبت نہیں کرتا، علم بھی اُس سے محبت نہیں کرتا۔“ علم سے محبت اور علم سیکھنے سکھانے میں ہماری ملی حیات کا راز پوشیدہ ہے۔ اگر اِس راز کو نہ سمجھے اور علم کو اپنی ترجیح نہ بنایا تو صدیوں سے سوئی ملت کے لیے تقدیر کا قاضی اِجتماعی خودکشی کا فیصلہ صادر کرے گا!

https://www.minhaj.info/di/

رمضانُ المبارک اسلامی تقویم کا نواں مہینہ ہے۔مسلمانوں کے لیے اس پورے مہینے میں روزے رکھنے فرض ہیں۔شب قدر، بھی اسی مہینے میں ہے۔قرآن کے مطابق اس رات کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے۔"اس مہینے کی اہم ترین عبادت میں روزہ رکھنا، قرآن مجید کی تلاوت، آخری عشرے کی طاق راتوں میں شب بیداری کرنا، دعا و استغفار، مؤمنین کو افطاری دینا اور فقیروں اور حاجت مند کی مدد کرنا شامل ہے۔رمضان کے مہینے میں مسلم ممالک اور معاشرہ میں بہت سے دینی شعائر کا اہتمام کیا جاتا ہے، مثلاً: نماز تراویح اور آخری عشرہ میں اعتکاف وغیرہ۔ اسی طرح بہت سے اعمال و رسوم بھی ادا کیے جاتے ہیں، جیسے افطار کے دسترخوان کا اہتمام اور دوسروں کو افطار کی دعوت وغیرہ۔

روزہ اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک ہے۔ جسے عربی میں' صوم' کہتے ہیں۔رسول اکرم ﷺ نے اپنی زندگی کے نو رمضان المبارک کے روزے رکھے۔رمضان المبارک وہ بابرکت مہینہ ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم نازل فرمایا۔رمضان المبارک کی ہی ایک بابرکت شب آسمانِ دنیا پر پورے قرآن کا نزول ہوا لہٰذا اس رات کو اللہ رب العزت نے تمام راتوں پر فضیلت عطا فرمائی ۔

رمضان المبارک کی فضیلت و عظمت اور فیوض و برکات کے باب میں حضور نبی اکرم ﷺ کی بہت سی احادیث مبارکہ بھی وارد ہوئی ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:”جب ماہ رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیطانوں کو پابہ زنجیر کر دیا جاتا ہے یعنی ایسا ماہ مبارک جس میں شیطان کے بہکاؤں سے بچنے کی بھی آسانی کر دی گئی ہے۔“

ماہ رمضان نہایت فضیلت والا مہینہ ہے جو نہ صرف مسلمانوں کے لیے عبادات کا موقع ہے بلکہ اس ماہ میں کئی ایسے واقعات بھی پیش آئے جن کی وجہ سے اس ماہ کی اہمیت اور بھی بڑھ گئی۔رمضان ہی وہ مبارک مہینہ ہے جس میں تمام آسمانی کتابیں نازل ہوئیں۔آیئے دیکھتے ہیں رمضان کی کون سی تاریخ کو کیا اہمیت حاصل ہے۔

ماہ رمضان میں نازل ہونے والی آسمانی کتب

تورات،زبور،انجیل اور قرآنِ مجید چاروں الہامی وآسمانی کتابیں ہیں۔خالقِ کائنات نے انہیں مختلف عہود میں اپنے جلیل

القدر اور عظیم المرتبت پیغمبروں، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام الانبیاء حضرت محمد المصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر بالترتیب نازل فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لیے جو 4 آسمانی کتب نازل فرمائیں، وہ سب رمضان المبارک کے مہینے میں ہی نازل ہوئیں۔

تورات: تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ آسمانی کتاب ہے جس کی تصدیق قرآن نے بھی کی ہے۔ موجودہ بائبل کے عہد نامہ قدیم کی پہلی پانچ کتب کے مجموعہ کو تورات کہتے ہیں۔ 2 رمضان المبارک کو حضرت موسیٰ کو تورات عطا کی گئی تھی۔

زبور: اللہ رب العزت نے 18 رمضان المبارک کو حضرت داؤد (علیہ السلام) کو زبور عطا کی۔ زبور عبرانی صحائف (عہد عتیق) میں سے ایک کتاب ہے۔

انجیل: رمضان کی تیرھویں رات میں انجیل کو نازل کیا گیا۔ انجیل مسیحیت کی مقدس کتب میں شامل ہے جو مسیحیت کے مطابق کلامِ یسوع المسیح اور اسلام کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی ہے۔

قرآن کریم

قرآن کریم کو رمضان المبارک سے خاص تعلق اور گہری خصوصیت حاصل ہے، چنانچہ رمضان المبارک میں اس کا نازل ہونا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا رمضان المبارک میں تلاوتِ قرآن کا شوق نسبتاً زیادہ رکھنا، حضرت جبرئیل علیہ السلام کا رمضان المبارک میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم کا دور کرانا، تراویح میں ختم قرآن کا اہتمام کرنا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بزرگانِ دین کا رمضان میں تلاوت کا خاص اہتمام کرنا، یہ سب امور اس خصوصیت کو ظاہر کرتے ہیں۔ لہٰذا اس ماہ میں کثرت سے تلاوتِ قرآن میں مشغول رہنا چاہیے۔ ماہِ رمضان کا قرآن کریم سے خاص تعلق ہونے کی سب سے بڑی دلیل قرآن کریم کا ماہِ رمضان میں نازل ہونا ہے۔ اس مبارک ماہ کی ایک بابرکت رات میں اللہ تعالیٰ نے لوحِ محفوظ سے سماء دنیا پر قرآن کریم نازل فرمایا اور اس کے بعد حسبِ ضرورت تھوڑا تھوڑا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتا رہا اور تقریباً ۲۳ سال کے عرصہ میں قرآن مکمل نازل ہوا۔ قرآن کریم کے علاوہ تمام صحیفے بھی رمضان میں نازل ہوئے، جیسا کہ:

مسند احمد میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: مصحف ابراہیمی اور تورات وانجیل سب کا نزول رمضان میں ہی ہوا ہے۔ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو انسانوں کے لئے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہے"۔

27 رمضان المبارک کو قرآن کریم اللہ کے احکام و ہدایات کو تمام کمال حالت میں لے کر نازل ہوا اور اسکی حفاظت بھی اللہ نے خود اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔ قرآن مجید کی اولین آیات غار حرا میں حضرت جبرائیلؑ کی زبانی رمضان المبارک میں لیلۃ القدر کو نازل ہوئیں۔ جس رات میں اللہ کا آخری پیغامِ ہدایت نازل ہونا شروع ہوا اس سے بڑھ کر خیر و برکت والی رات دور فلک نے نہ دیکھی ہوگی اور نہ دیکھے گا۔ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 185 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے "رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا"۔

ماہِ رمضان میں اہم شخصیات کی پیدائش

یکم رمضان، پیدائش شیخ عبد القادر جیلانی

آپ کی پیدائش شب اول رمضان 470ھ بمطابق 17 مارچ، 1078 عیسوی میں ایران کے صوبہ کرمانشاہ کے شہر مغربی گیلان میں ہوئی، جس کو کیلان بھی کہا جاتا ہے اور اسی لیے آپ کا ایک اور نام شیخ عبد القادر گیلانی بھی ماخوذ ہے۔ شیخ عبد القادر جیلانی کا تعلق جنید بغدادی کے روحانی سلسلے سے ملتا ہے۔ شیخ عبد

القادر جیلانی کی خدمات و افکار کی وجہ سے شیخ عبد القادر جیلانی کو مسلم دنیا میں غوثِ الاعظم دستگیر کا خطاب دیا گیا ہے۔

ولادت کے بعد سب سے پہلا واقعہ یہ پیش آیا وہ یہ ہے کہ آپ کی والدہ فرماتی ہیں کہ جب میرے ہاں عبد القادر پیدا ہوئے تو رمضان المبارک شروع تھا اس ماہ مقدس میں یہ میری چھاتی سے کبھی دن کے وقت دودھ نہیں پیتے تھے۔اتفاقاً ایک دفعہ بادل کے سبب ہلال رمضان میں شبہ پڑ گیا ۔قرب وجوار کے چند آدمیوں نے مجھ سے دریافت کیا ،کہ سیدہ! کیا تم کو رویت ہلال کی کوئی صحیح اطلاع ملی ہے، میں نے کہا، کہ آج میرے عبد القادر نے دن کو دودھ نہیں پیا،اس لئے میں سمجھتی ہوں، کہ آج رمضان شریف کی پہلی تاریخ ہے۔کچھ عرصہ کے بعد معتبر شہادتوں سے تصدیق ہوگئی کہ ہلال رمضان نظر آگیا ہے تو پھر یہ بات شہر کے اطراف و اکناف میں مشہور ہوگئی کہ سادات شرق میں ایک مبارک بچہ پیدا ہوا ہے جو رمضان میں دن کو دودھ نہیں پیتا ۔

15 رمضان، حسن بن علی کی پیدائش

آپ ۱۵/ رمضان ۳ ہجری کی شب کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔آپ حضرت فاطمہ و علی رضی اللہ عنہما کے شہزادے، مصطفٰی جانِ رحمت صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے نواسے اور جنّتی جوانوں کے سردار ہیں۔ولادت سے قبل ام الفضل نے خواب میں دیکھا کہ رسول اکرم ﷺ کے جسم مبارک کا ایک ٹکڑا میرے گھر میں آ پہنچا ہے۔خواب رسول کریم ﷺ سے بیان کیا آپ نے فرمایا اس کی تعبیر یہ ہے کہ میری لخت جگر فاطمہ کے بطن سے عنقریب ایک بچہ پیدا ہوگا جس کی پرورش تم کرو گی۔ مورخین کا کہنا ہے کہ رسول کے گھر میں آپ کی پیدائش اپنی نوعیت کی پہلی خوشی تھی۔آپ کی ولادت نے رسول کے دامن سے مقطوع النسل ہونے کا دھبہ صاف کر دیا اور دنیا کے سامنے سورہ کوثر کی ایک عملی اور بنیادی تفسیر پیش کر دی۔

ماہ رمضان میں اہم شخصیات کا وصال

حضرت فاطمۃ الزہراء

3 رمضان المبارک نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی شہزادی حضرت سیّدتُنا فاطمۃ الزّہراء رضی اللہ عنہا کا وِصال 3 رمضانُ المبارک 11 ہجری کو مدینۂ منوّرہ میں ہوا، آپ کا نِکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوا، آپ حضراتِ حسنینِ کریمین کی والدہ اور جنّتی عورتوں کی سردار ہیں۔

حضرت فاطمہ رسول اللہ کے بعد چھ ماہ تک زندہ رہیں۔ آپ کا وصال بروز منگل 3 رمضان المبارک گیارہ ہجری میں ہوا۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ

حُضور نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی پہلی شریکِ حیات حضرت سیّدتُنا خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا وِصال اعلانِ نبوت کے دسویں سال، 10 رَمضانُ المبارک کو مکۃ المکرمہ میں ہوا اور تدفین جنّتُ المعلیٰ میں ہوئی۔ آپ حضور اکرم ﷺ کی سب سے محبوب بیوی اور اسلام قبول کرنے والی پہلی خاتون تھیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

اُمُّ المؤمنین حضرت سیّدتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا وِصال 17 رمضانُ المبارک 57 یا 58 ہجری کو مدینۂ منوّرہ میں ہوا، آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی، حُضور نبیِّ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی محبوب ترین رفیقۂ حیات، عالمہ، عابدہ، زاہدہ، طیبہ، طاہرہ، محدثہ، فقیہہ اور مجتہدہ ہیں۔آپ نے وصیت کی تھی کہ مجھے جنت البقیع میں دفن کیا جائے۔آپ کا نماز جنازہ سیدنا ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز وتر کے بعد پڑھایا تھا۔

شہدائے بدر

17 رمضان المبارک اسلام اور کفر کی پہلی جنگ 17 رمضانُ المبارک 2 ہجری میں مقامِ بدر پر ہوئی، جس میں

14(6مہاجر اور 8انصار) صحابہ کرام علیہم الرِّضوان نے جامِ شہادت نوش فرمایا ۔ مہجع بن صالح،عبیدہ بن حارث، عمیر بن ابی وقاص، اقل بن بکیر، عمیر بن عبد عمرو، عوف یا(عوذ) بن عفرا، معوذ بن عفرا، حارث یا(حارثہ) بن سراقہ بن حارث، زید بن حارث، رافع بن معلی ، عمیر بن حمام، عمار بن زیادہ ، سعد بن خیثمہ انصاری، مبشر بن عبد منذر۔ یہ وہ چودہ خوش نصیب صحابی ہیں جو غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور شہادت پائی۔

مولا علی مشکل کشا

خلیفہ چہارم، امیرُ المؤمنین حضرت سیّدُنا علیُّ المرتضیٰ کَرَّمَ اللہ وجہَہُ الکریم نے 21رمضانُ المبارک 40ہجری کو جامِ شہادت نوش فرمایا، آپ رسولِ کریم صلّی اللہ علیہ واٰلہ وسلمہ کے چچا زاد بھائی اور داماد ہیں اور آپ ہی نے بچوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ 19 رمضان المبارک کو دشمن نے حضرت علی پر تلوار سے وار کیا جس کی نتیجے میں وہ شدید زخمی ہوئے۔ 21 رمضان المبارک کو حضرت علی ابن ابی طالب تلوار کی زخموں کی تاب نہ لا سکے اور رحلت فرماگئے۔

رُقیہ بنتِ رسولُ اللہ

رمضان المبارک 2 ہجری رسولِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلمہ کی شہزادی حضرت سیّدَتُنا رُقیہ رضی اللہ عنہا کا وِصال رَمضانُ المبارک 2ہجری میں مدینہ منوّرہ میں ہوا، آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح خلیفہ سِوُم حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ سے ہوا۔

ماہ رمضان میں ہونے والی جنگیں

جنگ بدر

اسلام اور کفر کی پہلی جنگ 17رمضانُ المبارک 2ہجری میں مقام بدر پر ہوئی۔ یہ رمضان کی وہ تاریخ تھی جب اللہ تعالیٰ نے غزوہ بدر میں مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی تھی۔

فتحِ مکہ مکرمہ

ماہ رمضان ہمیشہ امت مسلمہ کے لیے روحانی برکات و ثمرات کے ساتھ مادی زندگی میں بھی بے شمار کامیابیوں کی بشارت لے کر آیا ۔ کفر کے مقابلے پر عسکری کامرانی فتح کا آغاز میدان بدر سے 2 ہجری میں ہوا۔ 8 ھ میں فتح مکہ پر ایک لحاظ سے اس کی تکمیل ہوگئی۔ جزیرہ نمائے عرب پورے کا پورا اسلام میں داخل ہوگیا۔ اس کے بعد صحابہ کرام رمضان المبارک کے مہینے میں سپر طاقتوں کے مقابلے پر کئی بڑے معرکوں میں سرخرو ہوئے بعض روایات کے مطابق طارق بن زیاد اور صلاح الدین ایوبی کو بھی اندلس اور یروشلم کے معرکوں میں اللہ نے ماہ صیام میں کامیابی سے سرفراز فرمایا۔ اللہ کا عظیم ترین اور یادگار واقع ہے ہے 20رمضانُ المبارک 8ہجری میں مکۃ المکرمہ فتح ہوا، مکی مدنی آقا صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلمہ نے خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک فرمایا اور کعبہ شریف کے اندر نَماز ادا فرمائی۔ یہ وہ عظیم واقعہ جس نے آگے چل کر دنیا بھر کی تہذیب و تمدن پر نمایاں ترین اثرات مرتب کیے اور اسلامی طرز حکومت کی بنیاد پڑی۔

قیام پاکستان

ریاست مدینہ کے بعد وجود میں آنے والی دوسری ریاست پاکستان بھی اسی ماہ مبارک کا تحفہ ہے۔ رمضان المبارک برکتوں اور رحمتوں کا مہینہ ہے۔ نزولِ قرآن پاک کی مقدس رات لیلۃ القدر کی نورانی صبح جمعۃ الوداع کا مقدس دن، ایسا قران السعدین تھا، جب رب ذوالجلال والاکرام نے اپنے محبوب اور مکرم نبی حضرت محمد مصطفی ﷺ کے طفیل ان کے کروڑوں امتیوں کو جذبہ ایمانی اور مثالی اتحاد و برکت سے، پاکستان کی وسیع و عریض اسلامی مملکت کی عظیم نعمت عطا فرمائی۔ 27رمضان 1366، اسلامی جمہوریہ پاکستان کا قیام وجود میں آیا۔

رسول خدا(ﷺ) نے ماہ رمضان کی آمد سے پہلے اپنے مشہور خطبہ میں فرمایا:

اے لوگو! خدا کی برکت، رحمت اور مغفرت سے بھرپور مہینہ آرہا ہے، یہ ایک ایسا مہینہ ہے جو تمام مہینوں سے بہتر ہے، اس کے دن تمام دنوں سے بہتر اور اس کی راتیں تمام راتوں سے بہتر، اس کے ساعات ولحظات تمام ساعات ولحظات سے افضل ہیں۔

اللہ رب العزت ہمیں اس ماہ مبارک کی رحمتیں اور برکتیں سمیٹنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

”فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں“

مصطفوی معاشرہ کا قیام مگر کیسے؟

اسلام نے زندگی کے ہر شعبہ میں کامل راہ نمائی مہیا کی

ڈاکٹر فرخ سہیل (لیکچرار- Cosis)

معاشرہ انسانوں کے مجموعے کا نام ہے کیونکہ انسانوں نے مل کر ہی معاشرے کی بنیاد ڈالی۔ ہمارے زیر بحث چونکہ اسلامی معاشرہ آئے گا۔ لہذا ہم نے یہاں پہ یہ دیکھنا ہے کہ اسلامی معاشرے سے کیا مراد ہے۔ جس کے افراد مکمل شعوری حوالے سے یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ پوری دنیا میں صرف سب انسانوں کو رب العالمین ہی کی بندگی کرنی چاہیے۔ پروردگار نے ”دین اسلام“ ہی کو آخری دین کے طور پر منتخب کیا اور اس دین کو اپنی طرف سے نازل ہونے والی نعمتوں کی تکمیل قرار دیا۔ لہذا پروردگار کو اگر کوئی طریق زندگی اپنے بندوں کے لیے پسند ہے تو اسلام کا طریق زندگی ہی پسند ہے کیونکہ دنیا میں انسان کی ہدایت و رہنمائی کے لیے جتنے بھی داعی گزرے ہیں ان سب میں خاتم المرسلین کے طرز زندگی کو پروردگار نے اپنے بندوں کے لیے اسوہ کامل قرار دیا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ (الاحزاب، ۳۳: ۲۱)

” فی الحقیقت تمہارے لیے رسول اللہ (ﷺ کی ذات) میں نہایت ہی حسین نمونۂ (حیات) ہے۔“

لہذا پروردگار ہم سے یہ تقاضا کر رہا ہے کہ ہمیں صرف اور صرف آپ ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر ہی چلنا ہوگا اور اسی راستے میں دینی و دنیوی فلاح اور نجات ہے جیسا کہ موثر معاشرے کے قیام کے لیے ”اسوہ کامل“ پر عمل ضروری ہے اور اس سلسلے میں اولین شرط تمام دنیا کے انسانوں کی اصلاح ہے نہ کہ کسی خاص قوم یا قبیلے کی کیونکہ آپ ﷺ پوری کائنات کے لیے ہادی و راہبر بنا کر بھیجے گئے اور آپ ﷺ نے انسانوں کی اصلاح کا ایسا جامع اور مستقل نظام پیش کیا جس میں پوری دنیا کے انسانوں کی فلاح ممکن ہو سکے۔ آپ ﷺ نے افراد کی اصلاح کے ذریعے ایک عظیم الشان اور ہمہ گیر انقلاب برپا کیا جس نے دنیا کی کایا ہی پلٹ ڈالی اور اس ہمہ گیر اصلاحی انقلاب کی فکری بنیادیں عارضی نہیں تھیں اور نہ ہی اس میں کسی خاص فرد کو ذاتی مفاد پہنچانا مقصود تھا بلکہ انسانی ضمیر کا رخ خالق حقیقی کی طرف موڑنا تھا اور قلب انسانی کی تطہیر کرنا مقصود تھا۔ تطہیر و تعمیر فکر کے ذریعے جو اصلاح معاشرہ ممکن ہوئی اس کی مثال کہیں نہیں مل سکتی۔

تطہیر و تعمیر فکر کے لیے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دل کو ہر عمل کا بنیادی مرکز قرار دیا اور فرمایا کہ بے شک تمہارے جسم میں ایک لوتھڑا ہے اگر وہ درست ہے تو پورا جسم درست ہے اور اگر وہ خراب ہے تو پورا جسم ہی خراب ہے اور بے شک وہ دل ہے۔ معاشرے کی اصلاح کے لیے افرادی اصلاح کو لازم قرار دیا ہے اور فرد کی اصلاح کے لیے قلب کو مرکز قرار دیا۔ اسلامی فکر کے مطابق قلب انسانی اچھے یا برے اعمال کا آئینہ ہے جس میں اس کی پوری شخصیت کی عکاسی ہوتی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہو رہا ہے کہ

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ۔ (الحجرات، ۴۹: ۳)

https://www.minhaj.info/di/

"یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لیے چُن کر خالص کر لیا ہے۔ان ہی کے لیے بخشش ہے اور اجر عظیم ہے۔"

جبکہ اس کے برعکس برے اعمال کا محور و مرکز بھی دل ہی ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا۔ (البقرہ، ۲: ۱۰)

"ان کے دلوں میں بیماری ہے، پس اللہ نے ان کی بیماری کو اور بڑھا دیا۔"

لہٰذا اسلامی تعلیمات کے مطابق موثر معاشرے کی بنیاد فرد کی اصلاح پر رکھی گئی اور فرد کی اصلاح قلوب انسانی کی تطہیر پر قائم ہے۔ قلب کی تطہیر کے لیے تین بنیادی تصورات بنیادی حیثیت کے حامل ہیں۔ توحید، رسالت اور آخرت۔ موثر معاشرے کے قیام سے فرد کی اصلاح کیسے کی جائے، چونکہ فرد کا مفاد معاشرے کا مفاد یا ملک و ملت کا مجموعی مفاد عظیم ترین مقاصد ہیں اور اس کے لیے ضروری ہے کہ خالق کی خوشنودی حاصل کی جائے اور اگر ایسا ہو جائے تو تمام مقاصد خود بخود حاصل ہوتے چلے جاتے ہیں اور اصلاح کی ایک عظیم اور واضح جہت بھی متعین ہو جاتی ہے اور ہر فرد مومن کا اپنے خالق و مالک کے ساتھ تعلق پختہ ہوتا چلا جاتا ہے کیونکہ پروردگار کا اپنا ارشاد ہے کہ

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ۔ (ق، ۵۰: ۱۶)

"اور ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔"

آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے موثر انسانی معاشرے کے قیام کے لیے بنیادی تجویز پیش کی ہے جو مشرق و مغرب کی قید سے آزاد ہے۔ روئے زمیں پر جہاں جہاں انسان آباد ہیں یہ اصلاحی تجویز بگڑے ہوئے انسانی معاشرے کی مکمل درستگی کے لیے اولین اور زریں اصول ہے کیونکہ یہ ماضی و مستقبل کی قید سے بھی بے نیاز ہے۔

اصلاح معاشرہ کے لیے دوسرا بڑا اصول عقیدہ رسالت کی پختگی ہے کیونکہ فرد کی اصلاح اس کے نفس کی اصلاح اور راہبر کامل پر یقین کامل ہی انسان کو فکر و عمل کا سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

اس عالمگیر اصلاح کے لیے اللہ تبارک تعالیٰ نے وقتاً فوقتاً انبیاء کو مبعوث کیا تاکہ وہ علم و معرفت کی روشنی میں انسان کو جہالت کے اندھیروں سے نکال سکیں۔انبیاء کی یہ راہنمائی واضح علم کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ لہٰذا اصلاح کا تصور گمان کے دائرے سے نکل کر یقین اور واضح علم و ہدایت پر استوار ہو جاتا ہے۔ لہٰذا نبوت و رسالت کی راہنمائی کو نظر انداز کرتے ہوئے فرد کی اصلاح کے لیے کی جانے والی ہر کوشش وقتی و عارضی ہے اور یوں وہ رفتہ رفتہ بے کار ہو کر معاشرے کو بگاڑ دیتی ہے۔

موثر معاشرے کے قیام میں فرد کی فکری اصلاح کے لیے "عقیدہ آخرت" بنیادی کردار ادا کرتا ہے اور اس عقیدے کی بنیاد اس حقیقت پر مبنی ہے کہ یہ دنیا انسانوں کے لیے عارضی جائے قیام ہے اور اس کے بعد اگلی زندگی اس سے بہتر اور پائیدار ہے۔ جس میں اس دنیا کی نسبت زیادہ فائدہ ہے اور جو انسان اس دنیا کی آسائشوں کو چھوڑ کر آخرت کی منفعت کو ترجیح دیتا ہے۔ وہ فائدے میں ہے بہ نسبت اس شخص کے جس نے آخرت کی لذتوں اور منفعت کو نظر انداز کر دیا اس نے خسارے کا سودا کیا جیسا کہ پروردگار کا ارشاد ہے کہ:

"کہہ دیجئے کہ سخت نقصان میں وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو اور اپنے بچوں کو قیامت کے دن میں نقصان میں ڈالا۔ یہی اصلی اور کھلا ہوا نقصان ہے۔"

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

"کیا تم آخرت کے عوض دنیا کی زندگی پر راضی ہو گئے۔ دنیا کی زندگی کا سامان آخرت کے مقابلے میں تھوڑا ہے۔" (التوبہ، ۹: ۳۸)

اس عقیدے کے تحت جو بات انسان کو باور کرائی جا رہی ہے وہ یہ ہے کہ انسان اپنی دنیوی زندگی میں جو کچھ کرتا ہے خواہ وہ چھپ کر کرے یا اعلانیہ اس کا تمام ریکارڈ قیامت کے روز پروردگار کی عدالت میں پیش کیا جائے گا اور اس دن انسان کے تمام اعضاء و جوارح اس کے خلاف گواہی دیں گے۔ جیسا کہ ارشاد پروردگار ہے کہ

"اس دن ان کی زبانیں ان کے ہاتھ اور ان کی ٹانگیں ان اعمال پر اس کے خلاف گواہی دیں گے۔"

الغرض یہ تینوں بنیادی عقائد معاشرے کی اصلاح میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں کیونکہ ان پر ایمان لانے سے افراد کی سیرت میں پاکیزگی پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے مزاج میں اعمال صالح کی رغبت سے انسان کی سیرت و کردار میں تقویٰ کا اظہار خود بخود ہوتا ہے اور ان عقائد سے انکار کا نتیجہ بے مقصدیت اور غیر ذمے دارانہ مزاج کو فروغ دیتا ہے اور جب معاشرتی اقدار میں کجی پیدا ہو جائے تو نسلیں تباہ ہو جاتی ہیں اور کوئی بھی اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ سماجیات کی بنیاد ہی انسان کے درست رویوں پر قائم ہے۔

اسلام میں انفرادی و اجتماعی صورت گری کا تعلق ایک مربوط نظام حیات پر مشتمل ہے جہاں دین اور دنیا کے معاملات کو الگ الگ تقسیم نہیں کیا گیا بلکہ دنیا میں گزاری جانے والی بہتر اور پاکیزہ زندگی ہی اس کی دائمی اور ابدی حیات کا پیش خیمہ ہے۔ جس کے لیے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی مساویانہ ادائیگی کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ حقوق اللہ میں عبادات شامل ہیں جبکہ حقوق العباد میں ایک فرد کا پورے معاشرے کے ساتھ تعلق کا بہترین تعلق قائم ہونا ہے اور اس معاشرتی تعلق میں اسلامی نظام حیات کے قیام کی از حد ضرورت ہے۔ قرآن پاک اور اسوہ رسول ﷺ سے ثابت شدہ اقدار کو فروغ دینا ہوگا اور یہی اقدار دراصل موثر معاشرے کے قیام میں کلیدی کردار ادا کرتی ہیں فرد کی اصلاح کے لیے اسلام جن مثبت رویوں کا حکم دیتا ہے۔ ان کا مختصر جائزہ پیش خدمت ہے:

۱۔ جیسا کہ غیبت ایک ایسی لعنت جو معاشرے کی جڑوں کو کھوکھلا کر دیتی ہے اور اس کے باعث بہت سی برائیاں خود بخود جنم لیتی ہیں۔

۲۔ رشوت اور غیبت بہت سی سماجی برائیوں کو جنم دیتی ہے جس میں ایک دوسرے کی حق تلفی، نااہل کی حوصلہ افزائی کے ساتھ ساتھ نظام عدل میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے اور یوں معاشرہ عدم توازن کا شکار ہو جاتا ہے جس میں نااہل افراد بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہو کر پورے معاشرے کو غیر مستحکم کر دیتے ہیں۔

۳۔ اس کے علاوہ ”سود“ کو بھی اسلام میں حرام قرار دیا گیا ہے۔ سود اسلامی معاشی نظام میں لگنے والا ایسا وائرس ہے جس سے معاشرے کی صحت مندانہ فضا میں منفی اقدار کو فروغ ملتا ہے۔

۴۔ اخبارات کا ناجائز استعمال بھی معاشرے میں عدم توازن پیدا کرتا ہے۔ افراد کی مطمئن زندگی غیر عادلانہ فکر و عمل کے باعث غیر معتدل ہو جاتی ہے اور جس معاشرے میں شخصی آزادی کو سلب اور زبان بندی کر دی جائے وہاں پر عدل قائم نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اخبارات کا ناجائز استعمال کسی بھی فرد کو اس کے اختیار کے حصول کی کوششوں میں آڑے آتا ہے اور معاشرہ میں بدامنی اور انار کی پیدا ہو جاتی ہے۔

۵۔ اسی طرح بہت سی اخلاقی و روحانی برائیاں موثر معاشرے کے قیام میں رکاوٹ ہیں جیسا کہ شرک، والدین کی نافرمانی، قتل نفس، بے پردگی، مغرب کی نقالی میں فیشن پرستی جیسی مہلک اخلاقی برائیاں جنم لیتی ہیں جبکہ اسلام انسان کو انفرادی اور اجتماعی طور پر حقوق اللہ کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی پر زور دیتا ہے۔ جس میں ہر فرد پر معاشرے کو سدھارنے کی ذمہ داری بالواسطہ یا بلاواسطہ عائد ہوتی ہے جس کے لیے ہمارے ہادی و راہبر آقائے دوجہاں خاتم النبیین کے اسوہ کامل کو بہترین نمونہ قرار دیا۔ آپ ﷺ نے حقوق اللہ کی ادائیگی کی اہمیت کے ساتھ ساتھ فرد کی اصلاح کے لیے جو سنہری اصول مقرر فرمائے وہ مختصراً درج ذیل ہیں۔

تشدد کی ممانعت، خویش پروری کی ممانعت، مزدوروں سے حسن سلوک، محنت کی فضیلت، راست گفتاری کی ہدایت، عفت و عصمت کی حفاظت، غیرت وحیا، صفائی و پاکیزگی، سادگی، سخاوت اور خدمت خلق کو بہت زیادہ اہمیت دی۔ المختصر کہ مندرجہ بالا اصلاحی اصول اگرچہ افراد کی اصلاح کے لیے ہیں لیکن ان میں افراد کے توسط سے ہی معاشرے کی اصلاح پوشیدہ ہے جیسا کہ اقبال کا یہ شعر

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں

منہاجینز ڈے پر ڈائریکٹر منہاجینز کا پیغام

عائشہ شبیر دیو۔ڈائریکٹر منہاجینز

منہاج کالج برائے خواتین سے فارغ التحصیل طالبات منہاجئین سسٹرز کے خوبصورت لقب سے نوازی جاتی ہیں۔ یہ سسٹرز منہاج القرآن ویمن لیگ کا عظیم اثاثہ اور سیدی شیخ الاسلام کی فکر و نظریہ کی امین و وارث ہیں۔

منہاج القرآن کے اس عظیم و قیمتی سرمایہ کی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے اور اس ثمر آور درخت کی آبیاری کے لیے منہاج القرآن ویمن لیگ نے منہاجئین سسٹرز ڈیپارٹمنٹ کی تشکیل کی۔

سلامِ عقیدت:

17 اپریل منہاجینز ڈے پر منہاجئین سسٹرز اپنے عظیم قائد و مربی سیدی شیخ الاسلام کو سلامِ عقیدت و محبت پیش کرتی ہیں جن کی خصوصی توجہ و شفقت کی بدولت ہم اس عظیم درسگاہ سے ان کے علم کی خیرات حاصل کر سکیں۔

سیدی شیخ الاسلام کی طرف سے منہاجینز کیلئے خصوصی اعزازات

سیدی شیخ الاسلام نے ایک خصوصی گفتگو میں منہاجین گریجویٹس کو جتنے اعزازات سے نوازا ہے وہ نہ صرف منہاجینز کے لیے سرمایہ ہیں بلکہ قرض بھی ہیں۔ شیخ الاسلام کی اس محبت و شفقت کے قرض کو صرف مصطفوی مشن کے فرض کو پورا کر کے ہی اتارا جا سکتا ہے۔ شیخ الاسلام فرماتے ہیں:

منہاجینز میرے علم کے وارث ہیں۔

منہاجینز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔

منہاجینز میری فکر کے صحیح امین ہیں۔

منہاجینز تحریک منہاج القرآن کا مستقبل ہیں۔

منہاجینز مشن مصطفوی کا علم اٹھانے والے ہیں۔

منہاجینز بیٹے اور بیٹیاں مشن مصطفوی کا پیغام اگلی نسلوں تک پہنچانے والے ہیں۔

منہاجینز تحریک منہاج القرآن کا قیمتی اثاثہ ہیں۔

اہم بات یہ ہے کہ یہ سارے اعزازات منہاجینز کو کیوں دیئے گئے۔ شیخ الاسلام اس کی وجہ خود ہی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

تحریک کے یہ گریجویٹس وہی فریضہ سرانجام دے رہے ہیں جو حضور علیہ السلام کے گریجویٹس نے سرانجام دیا۔آپ نے یہ بھی فرمایا کہ تعلیم مکمل کرنے کے بعد انتظامیہ سے ہمیشہ رابطے میں رہیں اور منہاجین سسٹرز بھی مشن کی مختلف سرگرمیوں میں حصہ لیں۔ شیخ الاسلام نے خاص طور پر منہاجین بیٹے اور بیٹیوں کے لیے فرمایا کہ دین کی خدمت کر کے جو نتائج منہاجینز دے سکتے ہیں کوئی اور نہیں دے سکتا۔

اس لیے پیاری منہاجینز ہمیں شیخ الاسلام کے دیئے گئے اعزازات کا قرض اتارنا ہے اور مصطفوی مشن کے فروغ میں اپنا کردار ادا کرنا ہے۔آج ہم وعدہ کریں کہ شیخ الاسلام کی ہم سے جڑی امیدوں کو پورا کرنے کے لیے ہم ہر دم کمربستہ رہیں گی۔

تجدیدِ عہد:

منہاجینز ڈے پر ہم جدید عہد کرتی ہیں کہ: ہم سیدی شیخ الاسلام کی فکر، نظریہ اور مشن کے فروغ کے لیے اپنے علم و عمل اور کردار کے ذریعے منہاج القرآن ویمن لیگ کے شانہ بشانہ مصطفوی مشن کی داعیات و مجاہدات کی صفِ اوّل میں کھڑی ہوں گی۔(انشاء اللہ)

https://www.minhaj.info/di/

انسان نے جب سے اس زمین پر قدم رکھا ہے اس وقت سے معاشرتی اور سماجی زندگی میں باہمی رابطوں کی اہمیت اور افادیت بڑھتی چلی جارہی ہے۔ انسان کو معاشرتی حیوان بھی اسی لیے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی زندگی گزارنے کے لیے دیگر انسانی طبقوں اور شعبوں کا محتاج ہوتا ہے۔ اس کی زندگی کی بقا کا دارومدار باہمی رشتہ داری، سماجی رابطوں اور رسم و رواج پر ہی ہوتا ہے۔ انسان نے جوں جوں ارتقاء کی منازل طے کی ہیں اس کی سماجی زندگی میں بے شمار انقلابات آئے ہیں۔ سائنسی بنیادوں پر ہونے والی ایجادات نے انسانی زندگی کی گاڑی کو تیز رفتار پہیے لگادیئے ہیں۔ ان سائنسی دریافتوں اور ایجادات کی وجہ سے انسانی معاشرہ ایسی آسائشات اور سہولتوں سے روشناس ہوا ہے کہ ماضی میں ان کا تصور بھی ناممکن تھا۔ رہائش، لباس، کھانا، پینا، ذرائع آمد و رفت اور ذرائع ابلاغ کے حوالے سے انسانی ترقی کا سفر جاری ہے۔

موجودہ دور میں ذرائع ابلاغ کی اہمیت و افادیت بڑھ گئی ہے۔ کمپیوٹر جدید دور کی حیرت انگیز ترین ایجادات میں سے ہے۔ اس ایجاد کے باعث انسانی زندگی کے بیشتر شعبوں میں خوشگوار کن انقلابات رونما ہوئے ہیں۔ فاصلے سمٹنا شروع ہوگئے ہیں ماضی میں جو چیزیں خواب و خیال کی حد تک ناممکن نظر آتی تھیں آج انسان ان سے گھر بیٹھے فائدہ اٹھا رہا ہے۔

ابلاغ کے ذرائع کا آغاز انسان کی ابتداء سے ہی ہوچکا تھا۔ انبیاء و رسول اپنی بات کو زبانی طور پر پیش کرنے کے ساتھ ساتھ تحریری طور پر بھی ہر جگہ پہنچانے کا اہتمام فرماتے تھے۔ انسانی ارتقاء کے ساتھ ساتھ سائنسی ارتقاء کا سفر بھی جاری وساری ہے۔ ریڈیو، ٹیپ ریکارڈر، ٹیلی فون، ٹیلی گرام جیسی ایجادات موجودہ دور میں قصہ پارینہ بن چکی ہیں۔ آج کا دور انسانی تاریخ کا تیز رفتار اور ترقی یافتہ دور ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی نے انسان کو ایک الگ عزت و وقار کا مالک بنادیا ہے۔ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا نے تیز رفتاری کے ساتھ دنیا کے دور دراز علاقوں تک معلومات پہنچانے کا کام آسان بنادیا ہے۔

> سوشل میڈیا کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ دنیا کے مختلف کونوں میں رہنے والے لوگ ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ اس کی وجہ سے زمینی فاصلے تعلقات کے درمیان حائل نہیں ہوتے۔ رشتہ دار، دوست احباب، مختلف قسم کے ادارے سوشل میڈیا کے ذریعے ایک دوسرے کے ساتھ منسلک ہیں۔ بہت سے کاروباری ادارے اور تنظیمیں سوشل میڈیا کا سہارا لے کر اپنی کارکردگی کو بہتر بنائے ہوئے ہیں۔ بہت سی کمپنیاں اپنی مصنوعات اور خدمات کو بڑھانے، ان کی تشہیر کرنے، نئے کسٹمر زبنانے اور مارکیٹنگ کے نت نئے انداز متعارف کروانے کے لیے سوشل میڈیا کو استعمال کر رہی ہیں

سوشل میڈیا۔ دورِ جدید کی اہم ضرورت:

موجودہ دور سوشل میڈیا کا دور ہے۔ الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے باہمی رابطوں نے سوشل میڈیا کی شکل اختیار کرکے دنیا کو ایک گلوبل ویلج بنادیا ہے۔ معلومات اور پیغامات کا تند و تیز سیلاب ایک کلک پر آپ کے سامنے موجود ہوتا ہے۔ سوشل میڈیا جذبات احساسات اور خیالات کے اظہار کا ایک موثر ذریعہ بن چکا ہے۔

سوشل میڈیا کے فوائد اور نقصانات:

سوشل میڈیا کی مختلف صورتیں ہیں جن میں واٹس ایپ، یوٹیوب، فیس بک، ٹوئٹر، لنکڈان، بلاگ، انسٹا گرام، کورا وغیرہ مشہور و معروف ہیں۔ یہ موجودہ معاشرے کا حصہ بن چکے ہیں۔ یہ تمام پلیٹ فارمز لوگوں کو ایک دوسرے سے جڑنے مختلف قسم کی چیزیں شیئر کرنے، ملازمت اور کاروبار کرنے میں معاون و مددگار ہیں۔ سوشل میڈیا کے بہت سے فوائد ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے نقصانات بھی زیادہ ہیں۔ پہلے ہم ان ذرائع کے فوائد کو دیکھتے ہیں۔

سوشل میڈیا کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ دنیا کے مختلف کونوں میں رہنے والے لوگ ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ اس کی وجہ سے زمینی فاصلے تعلقات کے درمیان حائل نہیں ہوتے۔ رشتہ دار، دوست احباب، مختلف قسم کے ادارے سوشل میڈیا کے ذریعے ایک دوسرے کے ساتھ منسلک ہیں۔ بہت سے کاروباری ادارے اور تنظیمیں سوشل میڈیا کا سہارا لے کر اپنی کارکردگی کو بہتر بنائے ہوئے ہیں۔ بہت سی کمپنیاں اپنی مصنوعات اور خدمات کو بڑھانے، ان کی تشہیر کرنے، نئے کسٹمرز بنانے اور مارکیٹنگ کے نت نئے انداز متعارف کروانے کے لیے سوشل میڈیا کو استعمال کر رہی ہیں۔

سوشل میڈیا علم و ادب اور ثقافت کی ترویج میں بھی اہم کردار ادا کرتا ہے۔ مختلف علاقوں کے رہنے والے لوگ ان ذرائع کے استعمال کی بدولت ایک دوسرے کی ثقافت سے روشناس ہوتے ہیں۔ مختلف علوم و فنون سیکھنے اور سکھانے میں بھی سوشل میڈیا اہم ہے۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ سوشل میڈیا کے بہت سے نقصانات بھی ہیں۔ جن میں سب سے اہم ذہنی صحت کے مسائل ہیں۔ سوشل میڈیا کے مسلسل اور منفی استعمال سے انسان کا ذہن بری طرح متاثر ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے ذہنی تناؤ، ہائپر ٹینشن کے ساتھ ساتھ بہت سی نفسیاتی بیماریاں بھی لاحق ہو جاتی ہیں۔ انسان میں خوداعتمادی میں کمی آجاتی ہے۔ احساسات و جذبات میں توازن نہیں رہتا اس کے غلط استعمال سے تنہائی، ڈپریشن اور پریشانی بڑھتی ہے۔ سوشل میڈیا کے نقصانات میں ایک اہم چیز غلط قسم کی معلومات اور افواہوں کا پھیل جانا بھی ہے۔ اس کے سنگین نقصان ہوتے ہیں۔

سوشل میڈیا کے استعمال کے مؤثر طریقے:

سوشل میڈیا کو صحیح استعمال کرنے کے درج ذیل طریقے ہو سکتے ہیں:

۱۔ سوشل میڈیا کے ذریعے دنیا بھر میں رابطہ کرنا آسان اور سستا ہوتا ہے۔ اس کے ذریعے دوستوں، والدین اور رشتے داروں کے ساتھ رابطہ رکھنے کے لیے استعمال کیا جائے۔

۲۔ سوشل میڈیا کے ذریعے آپ کو تعلیم حاصل کرنا بھی ممکن ہوتا ہے۔ مختلف قسم کے آرٹیکلز، کتابیں، جرنلز اور ہر قسم کا تعلیمی، تحقیقی اور تفریحی مواد کو پڑھنا اور سیکھنا آسان ہوتا ہے۔ اسی طرح اس مواد کو دوسروں کو سکھانا اور ان کے ساتھ شیئر کرنا بھی سوشل میڈیا کی وجہ سے بہت آسان ہو گیا ہے۔

۳۔ قرآن مجید کو پڑھنا اور پڑھانا بھی سوشل میڈیا کے ذریعے آسان ہو گیا ہے۔ آپ قرآن مجید، حدیث، فقہ اور مختلف اسلامی موضوعات پر دنیا میں موجود مختلف علماء کے درس گھر بیٹھے سن سکتے ہیں۔

۴۔ مختلف قسم کے معاشرتی، معاشی اور سماجی مسائل کے حل کے لیے سوشل میڈیا اہم کردار ادا کرتا ہے۔ کسی بھی مخصوص علاقے کے مسائل کو فیس بک، انسٹا گرام اور یوٹیوب کے ذریعے حکام بالا تک پہنچانا آسان ہو گیا ہے۔ اس طرح مختلف مسائل کا حل بھی آپ کو سوشل میڈیا پر مل جاتا ہے۔

https://www.minhaj.info/di/

۵۔ اپنی قابلیت، مہارت اور کاریگری کو فروغ دینے اور اس کی Publicity کرنے کے لیے سوشل میڈیا بہترین آلہ کار کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ اپنی قابلیت سے دوسروں کو متعارف کرواسکتے ہیں اور اپنے لیے نئے نئے مواقع پیدا کر سکتے ہیں۔

۶۔ مختلف سیاسی، تاریخی، ادبی، سائنسی شخصیات سے متعلق اہم معلومات حاصل کرنے کے لیے سوشل میڈیا کو استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس قسم کی شخصیات سے رابطہ کرنا اور ان کے بارے مختلف رپورٹس تک رسائی کے لیے سوشل میڈیا کا استعمال عام ہے۔

۷۔ سوشل میڈیا کے ذریعے دنیا کے ہر خطے اور کونے کو سیاسی اور جغرافیائی حالات جاننا بے حد آسان ہو چکا ہے۔ اس کے ذریعے آپ مختلف قسم کی تہذیبوں اور ثقافتوں سے روشناس ہو سکتے ہیں۔ مختلف علاقوں کی اقدار، ان کے اندر بسنے والے لوگوں کے رسم و رواج اور مختلف قسم کی زبانیں سیکھنے کے لیے سوشل میڈیا بہت اہم ذریعہ ہے۔

۸۔ سوشل میڈیا ایک بہترین ذریعہ آمدن کے طور پر بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ مختلف قسم کی وڈیوز، ٹک ٹاک، وی لاگز اور یوٹیوب چینلز وغیرہ سے پیسے کمانا بھی ممکن ہو چکا ہے۔ آپ اپنے کام کی تشہیر کر کے دنیا کے کسی بھی حصے میں اپنے گاہک بنا سکتے ہیں جو کہ آپ کے کاروبار کے لیے بہت ضروری ہے۔

سوشل میڈیا کے بہت سے نقصانات بھی ہیں۔ جن میں سب سے اہم ذہنی صحت کے مسائل ہیں۔ سوشل میڈیا کے مسلسل اور منفی استعمال سے انسان کا ذہن بری طرح متاثر ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے ذہنی تناؤ، ہائپر ٹینشن کے ساتھ ساتھ بہت سی نفسیاتی بیماریاں بھی لاحق ہو جاتی ہیں۔ انسان میں خوداعتمادی میں کمی آجاتی ہے۔ احساسات و جذبات میں توازن نہیں رہتا اس کے غلط استعمال سے تنہائی، ڈپریشن اور پریشانی بڑھتی ہے۔ سوشل میڈیا کے نقصانات میں ایک اہم چیز غلط قسم کی معلومات اور افواہوں کا پھیل جانا بھی ہے۔ اس کے سنگین نقصان ہوتے ہیں

۹۔ دین اسلام کی تبلیغ و ترویج میں بھی سوشل میڈیا کا استعمال انتہائی مفید ثابت ہوتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کو فروغ دیا جائے اسلام کے خلاف جو منفی سوالات ہیں ان کا جواب دیا جائے۔

۱۰۔ سوشل میڈیا کے ذریعے زندگی کے ہر شعبے اور ہر علم سے متعلق معلومات ایک لمحے میں اشتراک (Sharing) کے ذریعے دنیا کے کسی بھی کونے میں بیٹھے انسانوں تک پہنچائی جاسکتی ہیں۔

۱۱۔ مختلف قسم کی مثبت اخلاقی اور سماجی سرگرمیوں کو فروغ دیا جاسکتا ہے۔ دینی، مذہبی، تعلیمی، ثقافتی اقدار و روایات کو پروان چڑھا کر ایک پرامن معاشرے کی تعمیر و تشکیل کی جاسکتی ہے۔

۱۲۔ تجارتی سرگرمیوں کے فروغ کے ذریعے مختلف قسم کی ملازمتوں کے مواقع پیدا کیے جاسکتے ہیں۔

۱۳۔ ماضی کے گزرے ہوئے واقعات اور یادداشتوں کو محفوظ رکھنے اور انھیں آگے منتقل کرنے کے لیے بھی سوشل میڈیا کو استعمال کیا جاسکتا ہے۔

حاصل کلام:

جس طرح ہر تصویر کے مثبت اور منفی رخ ہوتے ہیں۔ اسی طرح سوشل میڈیا کے مثبت اور منفی دونوں پہلو موجود ہیں۔ سوشل میڈیا کی وجہ سے جہاں انسانی رابطے سہل اور وسیع ہو گئے ہیں وہیں پر محبت، اخلاص، رواداری، رکھ رکھاؤ پر بھی منفی اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ لوگ ایک دوسرے سے دور ہو گئے ہیں۔ سوشل میڈیا کے ذریعے ہی تعلقات استوار رکھنا چاہتے ہیں۔ تفریح اور خود نمائی کی آڑ میں ہم بیزاریت کو فروغ دینے کا باعث بن رہے ہیں۔ نوجوان نسل اپنا قیمتی وقت سوشل میڈیا پر ضائع کر رہی ہیں۔ جس سے اخلاقی، ذہنی، فکری اور عقلی انحطاط ظہور پذیر ہے۔ غیر اخلاقی سرگرمیاں اور بے حیائی فروغ پا رہی ہے۔ نوجوان نسل تہذیب و شائستگی سے دور ہو رہی ہے۔ سوشل میڈیا کے منفی استعمال کی وجہ سے انسانی، نفسیاتی، مذہبی، اخلاقی اور سماجی قدریں داؤ پر لگ گئی ہیں۔ رشتے ناطے قربت کی حلاوت سے محروم ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ سوشل میڈیا کے مثبت استعمال کو فروغ دیا جائے۔ دینی، تعلیمی، اخلاقی اور سماجی اقدار و روایات کو پروان چڑھایا جائے اور اس سائنسی ایجاد سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا جائے۔

https://www.minhaj.info/di/

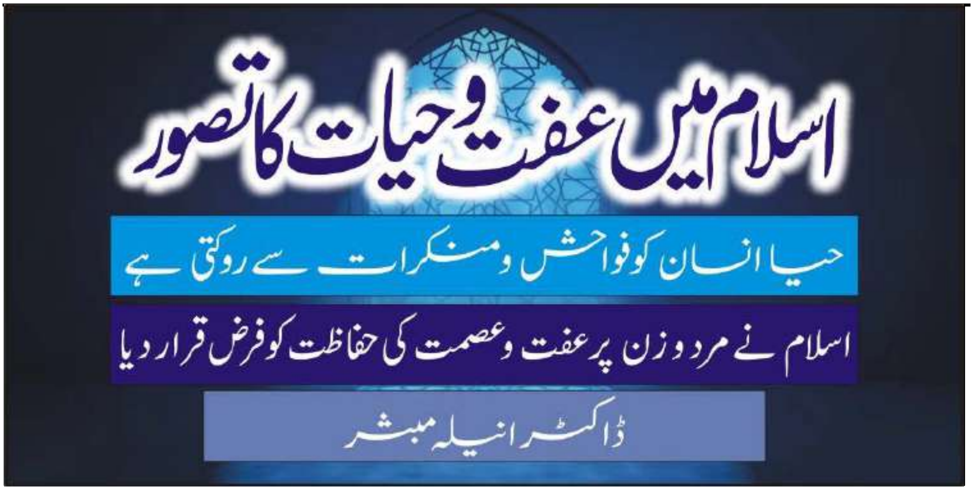

اسلامی اصطلاح میں ’’عفت‘‘ اس حالت کا نام ہے جو انسان کو غلبہ شہوت سے بے لگام نہ ہونے دے اور تمام ناجائز اور نامناسب امور سے اجتناب کرتے ہوئے نفس عمارہ کی قید سے رہائی دلوائے۔ ایسے میں بندہ عفیف کا دامن تقویٰ و پرہیزگاری، غیرت و حمیت، طہارت و قناعت اور عصمت و شرافت کے زریں جواہر سے مالا مال ہوتا ہے۔ حکمائے اخلاق کے نزدیک ’’حیاء‘‘ فضائل اربعہ میں سے عفت کی ایک فرع ہے۔ ان کے نزدیک حیا سے مراد یہ ہے کہ نفس جب امر قبیح سے آگاہ ہو تو اس کے ارتکاب سے رک جائے بلکہ اس کے قریب بھی نہ جائے۔ اسلامی نقطہ نگاہ سے حیاء انسان کا وہ فطری وصف ہے جس سے بہت سی اخلاقی خوبیوں کی پرورش ہوتی ہے۔ عفت اور پاکبازی کا دامن حیا کی بدولت ہر داغ سے پاک رہتا ہے۔

اسلام نے ہر مسلمان مرد و زن پر عفت و عصمت کی حفاظت فرض قرار دی ہے۔ اس میں فقط مرد یا عورت کی تفریق نہیں۔ اصلاح معاشرت فردِ واحد یا جنس واحد کی اصلاح سے عبارت نہیں اس میں معاشرے کی تمام اکائیاں شامل ہیں۔ اخلاق واطوار کی پاکیزگی جو شریعت اسلامیہ نے قائم کر دی ہے مرد و زن دونوں پر لازم ہے۔ فحاشی اور بے حیائی کی تمام صورتوں سے اجتناب بھی دونوں کے لیے ضروری ہے۔ اسی لیے رب العزت نے مومن مرد اور مومن عورتوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ط ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ط اِنَّ اللهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ۔ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ۔ (النور، ۲۴: ۳۰، ۳۱)

’’آپ مومن مردوں سے فرما دیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں، یہ ان کے لیے بڑی پاکیزہ بات ہے۔ بے شک اللہ ان کاموں سے خوب آگاہ ہے جو یہ انجام دے رہے ہیں۔ اور آپ مومن عورتوں سے فرما دیں کہ وہ (بھی) اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں۔‘‘

سورہ المومنون میں مسلمانوں کے جو امتیازی اوصاف بتائے گئے ہیں ان میں عفت و پاکبازی کا بھی خاص طور پر ذکر ہے:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ۔ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ۔ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ۔ (المومنون، ۲۳: ۱-۷)

’’بے شک ایمان والے مراد پا گئے۔ جو لوگ اپنی نماز میں عجز و نیاز کرتے ہیں۔ اور جو بیہودہ باتوں سے (ہر وقت) کنارہ کش رہتے ہیں۔ اور جو (ہمیشہ)

https://www.minhaj.info/di/

زکوٰۃ ادا (کر کے اپنی جان و مال کو پاک) کرتے رہتے ہیں۔ اور جو (دائماً) اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔ سوائے اپنی بیویوں کے یا ان باندیوں کے جو ان کے ہاتھوں کی مملوک ہیں، بے شک (احکامِ شریعت کے مطابق ان کے پاس جانے سے) ان پر کوئی ملامت نہیں۔ پھر جو شخص ان (حلال عورتوں) کے سوا کسی اور کا خواہش مند ہوا تو ایسے لوگ ہی حد سے تجاوز کرنے والے (سرکش) ہیں۔"

عفت و عصمت کے تحفظ کے لیے اللہ تعالیٰ نے فلاح کا وعدہ فرمایا ہے جس سے تحفظ عفت مآبی کی عظمت واہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

قرآن کریم میں جن ہستیوں کی عفت مآبی کو بطور خاص شامل کیا ہے۔ ان میں حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام نمایاں ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم جو شب و روز عبادت میں مشغول رہتی تھیں اور ہیکل کی خدمت کے سلسلے میں اپنے ذمہ کی خدمات بھی انجام دیتی تھیں، ان کا زہد و تقویٰ بہت مشہور تھا۔ حضرت مریم کی شخصیت معجزانہ قدرت کا مظہر تھی۔ یہود نے ان پر جو بہتان باندھا قرآن نے اس کی تردید کی اور عصمت و پاکدامنی کی شہادت دی۔

وَالَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ (الانبیاء، ۲۱: ۹۱)

" اور اُس (پاکیزہ) خاتون (مریم علیہا السلام) کو بھی (یاد کریں) جس نے اپنی عفت کی حفاظت کی پھر ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی اور ہم نے اسے اور اس کے بیٹے (عیسیٰ علیہ السلام) کو جہان والوں کے لیے (اپنی قدرت کی) نشانی بنا دیا۔"

قرآن کریم نے سیرت یوسفی کے ذریعے یہ پیغام دیا ہے کہ جو دل خشیت الٰہی کا مسکن ہو اور جن نگاہوں میں خالق کائنات کے جلوے ہوں انھیں دنیا کا کوئی حسن و جمال خیرہ نہیں کر سکتا۔

عزیز مصر کی بیوی اور اس کے بلانے پر حسینانِ مصر اپنی دلربائیوں سے حضرت یوسف کی عفت مآبی اور پاکبازی کو مسمور کر کے دام میں گرفتار کرنا چاہتی تھیں مگر وہ ایسے میں رب العزت سے رجوع فرماتے ہیں:

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِ ج وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ کَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَاَکُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ۔ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ کَیْدَهُنَّط اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ (یوسف، ۱۲: ۳۳، ۳۴)

" (اب زنانِ مصر بھی زلیخا کی ہم نوا بن گئی تھیں) یوسف (علیہ السلام) نے (سب کی باتیں سن کر) عرض کیا: اے میرے رب! مجھے قید خانہ اس کام سے کہیں زیادہ محبوب ہے جس کی طرف یہ مجھے بلاتی ہیں، (پھر یوسف علیہ السلام تضرّع اور اِستغاثہ کی غرض سے بارگاہِ اِلٰہی کی طرف متوجہ ہوئے جیسے اَنبیاء و مرسلین کی عادت ہے،) اور (عرض کیا:) اگر تو نے ان کے مکر کو مجھ سے نہ پھیرا تو (تیری مدد اور حفاظت کے بغیر) میں اُن کی (باتوں کی) طرف مائل ہو جاؤں گا اور میں نادانوں میں سے ہو جاؤں گا۔ سو ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرما لی اور عورتوں کے مکر و فریب کو ان سے دور کر دیا۔ بے شک وہی خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔"

یقیناً اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے بے حیائی کی باتوں سے پاک رکھے جاتے ہیں۔ رب ذوالجلال نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی پاکدامنی کی تصدیق قرآن کریم میں خود فرمائی جب ۵ ہجری میں واقعہ افک پیش آیا۔ مسلم لشکر بنو المصطلق کے خلاف فوجی مہم سے واپس آرہا تھا۔ حضرت عائشہؓ بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھیں۔ ایک فطری ضرورت کے تحت آپ ویرانے کی طرف گئیں جس میں آپ کو دیر ہوگئی اور قافلہ روانہ ہوگیا۔ ایک مسلمان سپاہی صفوان بن معطل نے آپ کو قافلے تک پہنچایا۔ اس پر

منافقین کو افترا پردازی کا موقعہ مل گیا۔ وہ حضرت عائشہؓ پر تہمت لگانے لگے جس سے پریشان ہو کر آپؓ اپنے میکے چلی گئیں۔ جب لوگوں کی زبان روکنا ممکن نہ رہا تو ڈیڑھ ماہ بعد اللہ تعالیٰ نے سورہ نور میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی عفت و عصمت کی تصدیق فرمادی۔ اس کے بعد حضرت عائشہؓ آنحضرت ﷺ کے گھر واپس تشریف لائیں اور آپ کو آنحضرت ﷺ سے وہی پہلے والی محبت والفت حاصل ہوگئی۔

قرآن کریم میں رقم عفت مآبی سے متعلق ان واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عفت و عصمت کی قدرو قیمت کس قدر بلند ہے۔ عزت وآبرو کو نقصان پہنچنے سے کس قدر معاشرتی بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ قرآن کریم نے حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کے واقعات میں معاشرتی ہیجان انگیزی کا ذکر بھی کیا ہے جو ان واقعات کا براہ راست نتیجہ تھا۔ خود واقعہ افک میں آنحضرت ﷺ سخت ذہنی کرب میں مبتلا رہے اور حضرت عائشہؓ ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گئیں۔ نعیم صدیقی ''محسن انسانیت'' میں اس واقعہ کو آنے والے زمانوں کے لیے عبرت اندوزی سے تعبیر کرتے ہیں۔

حیا انسان کو فواحش و منکرات سے روکتی ہے اور عفت مآبی کے حصول میں مددو معاون ثابت ہوتی ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

''ہر دین کا ایک خلق ہوتا ہے اور اسلام کا خلق حیا ہے۔''
(سنن ابی داؤد)

ہر دین کی شریعت میں کسی خاص پہلو پر زور دیا گیا ہے۔ عیسائیت میں رحمدلی اور عفو ودر گزر پر بہت زور دیا گیا ہے جبکہ اسلام میں ''حیا'' پر خاص طور پر زور دیا۔ حضرت عثمانؓ کی حیا بہت مشہور ہے کہ وہ اس درجے باحیا تھے کہ فرشتے بھی ان سے حیا کرتے تھے۔ قرآن کریم نے ازواج مطہرات کے حوالے سے تمام عورتوں کو پابند کیا ہے کہ وہ دور جاہلیت جیسی سج دھج دکھاتی نہ پھریں بلکہ ان کے لیے حیا کے زیور کو پسند کیا ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں دو بہنوں کا ذکر ہے جو حیاء کے زیور سے آراستہ تھیں۔

فَجَآءَتْهُ اِحْدٰهُمَا تَمْشِیْ عَلَی اسْتِحْیَآءٍ۔

'' پھر (تھوڑی دیر بعد) ان کے پاس ان دونوں میں سے ایک (لڑکی) آئی جو شرم و حیاء (کے انداز) سے چل رہی تھی۔'' (القصص، ۲۸: ۲۵)

یہاں حیا والی دوشیزہ کی مدح وستائش مقصود ہے۔ اللہ تعالیٰ کو عورت میں حیا کا عنصر بہت پسند ہے۔ مدینہ کے یہود اور منافق لوگ مسلمان خواتین کو جب وہ ضرورت کے لیے گھروں سے نکلتی تو چھیڑتے تھے۔ بنو قینقاع کے بازار میں یہود نے مسلمان انصاری خاتون کی بے حرمتی کی جس سے غزوہ بنو قینقاع کے اسباب پیدا ہوئے۔ چنانچہ ان حالات میں مسلم خواتین کے لیے حجابِ شرعی کا حکم نازل ہوا تاکہ باحیا اور باپردہ خواتین غیر مسلموں کے ہاتھوں نہ ستائی جائیں۔

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ط ذٰلِكَ اَدْنٰٓی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ ط وَكَانَ اللهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا۔ (الاحزاب، ۳۳: ۵۹)

'' اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دیں کہ (باہر نکلتے وقت) اپنی چادریں اپنے اوپر اوڑھ لیا کریں، یہ اس بات کے قریب تر ہے کہ وہ پہچان لی جائیں (کہ یہ پاک دامن آزاد عورتیں ہیں) پھر انہیں (آوارہ باندیاں سمجھ کر غلطی سے) ایذاء نہ دی جائے، اور اللہ بڑا بخشنے والا بڑا رحم فرمانے والا ہے۔''

حضرت عائشہؓ کے بقول اللہ انصار کی عورتوں پر رحمت نازل کرے۔ آیت کے نزول کے بعد وہ اس کا اہتمام والتزام اس طرح کرتی تھیں کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے بھی جب آتی تھیں تو سیاہ چادریں اوڑھ کر آیا کرتی تھیں۔

پردے کے ساتھ ساتھ اسلام میں مرد و عورت کے بے جا اختلاط کو بھی پسند نہیں فرمایا گیا کیونکہ اختلاط میں بدنگاہی، بے پردگی، ناجائز خلوت، شہوت رانی کے تمام مفاسد جمع ہو جاتے ہیں۔ اختلاط کے برے اثرات سے بچنے کے لیے محمد رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کے لیے تعلیم و تربیت کا دن الگ مقرر کیا

https://www.minhaj.info/di/

تھا۔ عورتوں کی گزر گاہ الگ کر دی گئی انھیں مردوں سے دور رہتے ہوئے راستے کے کنارے چلنے کا حکم فرمایا۔ عورتوں کے لیے مسجد میں داخل ہونے کا دروازہ الگ فرمادیا۔ عورتوں کو مسجد آنے کی اجازت دی مگر یہ صراحت کر دی کہ عورت کے لیے گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ نماز جنازہ میں شرکت سے عورتوں کو روک دیا گیا۔ حج جیسے اجتماعی فریضے میں عورتوں کو محتاط رہنے کی تاکید کی گئی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ طواف بیت اللہ جیسے اجتماعی عمل میں اختلاط سے بچتی اور مردوں سے الگ ہو کر طواف کرتی تھیں۔ گویا ریاست مدینہ کے معاشرتی تقدس کو قائم رکھنے کے لیے بد نگاہی، برے الفاظ کے استعمال، اختلاط، تبرج اور اظہارِ زینت کے تمام طریقوں کو منع فرمادیا گیا۔

اسلام میں انسان کی سب سے قیمتی متاع اس کی عفت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عفت و عصمت کی حفاظت کے لیے سخت اقدامات کیے گئے ہیں۔ فواحش و جرائم کے انسداد کے لیے اسلام میں حدود و تعزیرات کا انتہائی جامع نظام موجود ہے۔ زنا کو حرام قرار دیا ہے۔ باہم اختلاط کے بے جا مواقع بند کیے۔ تہمت کے لیے بڑی سزا مقرر کی۔ افواہیں پھیلانے والوں کو سخت وعید سنائی اور معاشرے کے ضابطہ اخلاق کو اس طرح مرتب کیا اور اس کی اجتماعی کیفیت کو اس طرح ڈھالا کہ اس میں نکاح کو آسان اور پسندیدہ فعل قرار دیا۔ گویا عفت و عصمت کو قائم رکھنے کے لیے نکاح کے ذریعے مرد و زن کی قلعہ بندی کر دی گئی۔ آپ ﷺ نے نکاح پر اس قدر زور دیا کہ فرمایا نکاح میری سنت ہے جو اس سے اعراض کرتا ہے اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ (بخاری شریف)

مسلم معاشرے میں پاکبازی اور دینداری کو سر بلند کرنے کے لیے نکاح کی طرف رغبت دلائی گئی ہے۔ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین آدمی ہیں جن کی اعانت اللہ کے ذمے ہے وہ غلام جو اپنی قیمت ادا کرنا چاہتا ہو۔ وہ نکاح کرنے والا جو پاکبازی چاہتا ہو اور خدا کی راہ میں لڑنے والا۔ (مشکوٰۃ)

اسلام نے جنسی اور شہوانی مشکلات کا حل ادائیگی نکاح میں رکھا ہوا ہے۔ حدیث نبوی ﷺ ہے۔ نوجوانو! تم میں سے جو شادی کر سکتا ہو وہ شادی کرلے۔ کیونکہ یہ نگاہ کو بد نظری سے بچانے اور آدمی کی عفت قائم رکھنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے اور جو شادی نہ کر سکتا ہو وہ روزے رکھے۔ کیونکہ روزے آدمی کی طبیعت کا جوش ٹھنڈا کر دیتے ہیں۔ (بخاری شریف) الغرض اسلام جو دین فطرت ہے اس میں نظامِ نکاح نے ایک ایسا ازدواجی نظام مرتب کیا ہے جو معاشرے کو اعتدال، توازن اور سکون فراہم کرتا ہے اور جنسی بے راہ روی کے شر سے محفوظ رکھتا ہے۔

عصر حاضر میں سوشل میڈیا، سینما، ٹی وی اور دوسرے ذرائع ابلاغ، بے حیائی، عریانیت، فحاشی اور بے حجابی و بدکاری کی ترویج کر رہے ہیں۔ مغربی تہذیب و ثقافت کی یلغار اور مادیت کی چمک دمک نے امت مسلمہ کی نگاہوں کو خیرہ کر دیا ہے۔ ان مضر اثرات نے مسلم نوجوانوں کو اس قدر تبدیل کر دیا ہے کہ وہ اسلامی تعلیمات سے بے گانہ اور اخلاقی انارکی کے سیلاب میں بہتے چلے جا رہے ہیں۔ اسلام نے عائلی زندگی کو نظام نکاح اور پاکیزہ معاشرت کے قیام سے مربوط کیا ہے مگر آج کے دور میں مسلم معاشرے پر مغربی اقدار کی یلغار اور آزاد خیالی نے نوجوان نسل کو نکاح جیسے پاکیزہ فعل سے متعلق شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ وہ نکاح کو اپنی آزادی کے راستے میں بڑی رکاوٹ سمجھیں۔

ایسے میں مذہبی اقدار کی پامالی اور ذہنی بے راہ روی سے وقتی میلان، زناکاری اور ناجائز تعلقات کو فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ دوسری طرف نکاح کے معاشی لوازمات اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ متوسط طبقے کے لیے یہ مہنگا اور مشکل تر ہو گیا ہے۔ ہمارے ترکش کا آخری تیر یعنی مضبوط خاندانی نظام بھی ٹوٹ پھوٹ اور انتشار و افتراق کا شکار ہو رہا ہے۔ میاں بیوی میں تفریق کے رجحانات بڑھنے لگے ہیں۔ مسلم معاشرے میں خاندانی نظام کو مستحکم بنیادوں پر استوار کرنے کے لیے والدین کو آگے بڑھ کر مثبت کردار ادا کرنا ہو گا تاکہ نکاح کی سنت مقبول عام ہو، نئے شادی شدہ جوڑوں میں قلبی روابط مضبوط ہو سکیں اور ایک معاشرتی اکائی کی کامیابی سے پورے معاشرے پر خوشگوار اثرات مرتب ہو سکیں۔

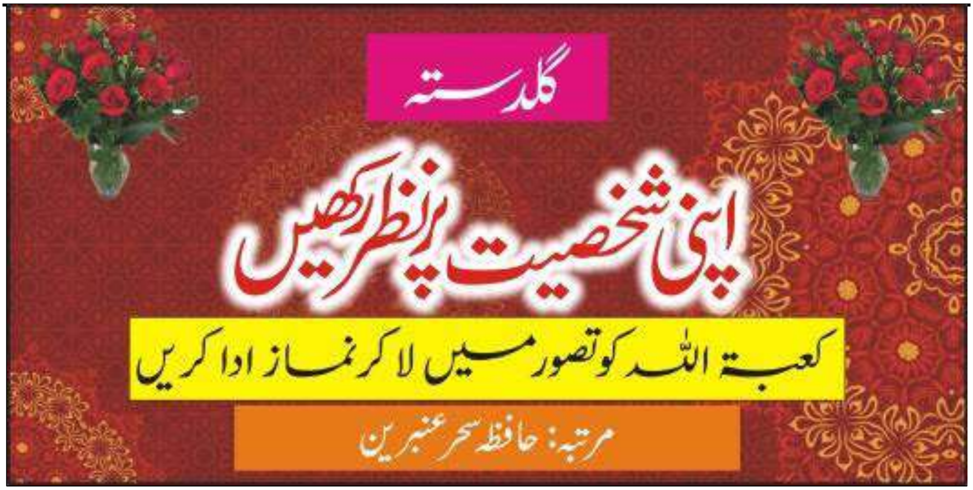

کلام: جمعۃ الوداع

اللہ حافظ ہے رمضان تیرا
زندگی میں بھی پھر کرنا پھیرا

یاد تیری رلاتی رہے گی — اشک آنکھیں بہاتی رہے گی
تیری فرقت میں جلے گا یہ سینہ — پھر آئے گا کب یہ مہینہ
مسجدوں میں بہار آگئی تھی — جوق در جوق آئے نمازی
ہو گیا کم نمازوں کا جذبہ — الوداع الوداع ماہِ رمضان

اللہ حافظ ہے رمضان تیرا
زندگی میں بھی پھر کرنا پھیرا

تیرے جانے سے ہو گا اندھیرا — یاد آؤ گے ہو گا سویرا
تو جو رحمت کا لے کر آیا سایہ — تو تھا رحمت کا ہر دم سایہ
تیرے دیوانے اب رو رہے ہیں — مضطرب سب کے سب ہو رہے ہیں
ہائے اب وقت رخصت ہے آیا — الوداع الوداع ماہِ رمضان

اللہ حافظ ہے رمضان تیرا
زندگی میں بھی پھر کرنا پھیرا

https://www.minhaj.info/di/

اخلاق رمضان:

امام سلمی رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت سلطان ابراہیم ابن ادھم رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ نے ایک وعظ میں رمضان سے متعلق چودہ نصیحتیں فرمائیں۔ اصلاح احوال کے لئے یہ چودہ نصیحتیں اکسیر کا درجہ رکھتی ہیں۔

ا۔ بیداری اور قلتِ طعام ۲۔ غمِ الٰہی اور قلتِ نوم ۳۔ رغبتِ دنیا سے اجتناب ۴۔ غیر اللہ کی محبت سے اجتناب ۵۔ تقویٰ و پرہیزگاری پر کاربندی ۶۔ بُری صحبت سے اجتناب ۷۔ دنیا اور مال و دولت کی محبت سے اجتناب ۸۔ دل کی نرمی اور مساکین پر رحم ۸۔ رقتِ قلب اور قلتِ کلام ۹۔ مخلوقِ خدا کیلئے سراپا رحمت ۱۰۔ ہدایت کیلئے علماء و صلحاء کی ہم نشینی ۱۱۔ خود پسندی اور خود تعریفی سے اجتناب ۱۱۔ دنیا کی حرص کا خاتمہ ۱۲۔ رضاءِ الٰہی ۱۳۔ اللہ سے دوستی ۱۴۔ مخلوق سے کنارہ کشی۔

جہاں نماز پڑھو:

اس جگہ تھوڑی دیر بیٹھ جاؤ تاکہ بدن کے تمام حصوں میں سکون پیدا ہو جائے پھر نماز کے لیے کھڑے ہو جاؤ اس طرح کہ یہ خیال کرو کہ کعبہ تمہارے سامنے پل صراط تمہارے پاؤں کے نیچے، جنت تمہارے سیدھے ہاتھ کی طرف، جہنم تمہاری الٹی طرف اور موت کا فرشتہ تمہارے پیچھے کھڑا ہے اور سمجھو کہ یہ تمہاری آخری نماز ہے، فضول خیالات سے نجات ملے گی اللہ نیکی کی بات پھیلانے والے کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

حکمت و دانائی کی باتیں:

- اپنے خیالات پر نظر رکھیے یہ الفاظ کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔
- اپنے الفاظ پر نظر رکھیے یہ عمل کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔
- اپنے اعمال پر نظر رکھیے یہ عادات میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔
- اپنی عادات پر نظر رکھیے یہ شخصیت کا روپ دھار لیتی ہیں۔
- اپنی شخصیت پر نظر رکھیے یہ آپ کا مقدر بن جاتی ہے۔

فالسے کا شربت:

اجزاء: فالسے آدھا کلو، ٹھنڈا پانی 4 گلاس، چینی، کالا نمک اور برف حسب ضرورت۔

ترکیب: بلینڈر میں فالسے ٹھنڈا پانی چینی، کالا نمک اور برف ڈال کر اچھی طرح بلینڈ کر لیں اور شربت کو چھلنی سے چھان لیں تاکہ بیج چھلنی میں رہ جائیں ،مزیدار فالسے کا شربت تیار ہے۔ شوگر کے مریض چینی کی بجائے کالا نمک بھی ڈال سکتے ہیں۔ یہ شربت جتنا ٹھنڈا ہو گا اتنا ہی پینے میں مزا آئے گا۔ سرو کرتے وقت آئس کیوبز ضرور ڈالیں۔

ویجیٹیبل میکرونی پیکٹس:

اجزاء: ابلی ہوئی میکرونی ایک پیالی، نمک حسب ذائقہ، گاجر ایک عدد، ہری پیاز دو عدد، ہری مرچیں دو سے تین عدد، سویا ساس 2 کھانے کے چمچ، چلی ساس 3 کھانے کے چمچ، سموسے کی پٹیاں حسب ضرورت، کوکنگ آئل حسب ضرورت۔

ترکیب: ابلی ہوئی میکرونی میں باریک کٹی ہوئی گاجر، ہری پیاز، نمک اور باریک کٹی ہوئی ہری مرچیں، سویا ساس، چلی ساس، ڈال کر ملائیں۔ سموسے کی چوکور پٹیاں لے کر اس کے درمیان میں ایک کھانے کا چمچ تیار کیا ہوا مکسچر رکھیں اور اسے چاروں کونوں سے اٹھا کر پیکٹ کی طرح فولڈ کر لیں۔ آٹے کی لئی سے چپکا لیں اور کڑاہی میں گرم کوکنگ آئل میں سنہری فرائی کر لیں۔

https://www.minhaj.info/di/

اعتکاف اللہ اور بندے کے درمیان حجابات کو اٹھانے کا ذریعہ ہے۔اللہ کے قریب ہونے کا ذریعہ ہے، جب بندہ دس دن تک ہر چیز سے کٹ کر اللہ کی عبادت میں مشغول ہو جاتا ہے، اس کی روحانی آنکھ کھلتی ہے تب انسان میں بیداری پیدا ہوتی ہے۔ جب بیداری آجاتی ہے تو انسان دنیا میں رہتا ہے مگر اس کا دل اللہ کی یاد میں مشغول رہتا ہے انہی لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ان کی تجارت انھیں اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔ اعتکاف کا مقصد ہی یہ ہے کہ اللہ ایسے بندوں کو تشکیل دینا چاہتا ہے رہیں تو وہ دنیا میں مگر دنیا کے بندے ہو کر نہیں بلکہ رحمن کے بندے بن کر جئیں۔اس آرٹیکل میں اعتکاف کے فقہی مسائل اور کثرت سے پوچھے جانے والے سوالات کے جوابات پر روشنی ڈالیں گے:

سوال:اعتکاف سے کیا مراد ہے؟

جواب: اعتکاف عربی زبان کا لفظ ہے جس کا لغوی معنی ”خود کو روک لینا، بند کر لینا، کسی کی طرف اس قدر توجہ کرنا کہ چہرہ بھی اُس سے نہ ہٹے“ وغیرہ کے ہیں۔

(ابن منظور، لسان العرب،9 : 255)

جبکہ اصطلاح شرع میں اس سے مراد ہے انسان کا علائقِ دنیا سے کٹ کر خاص مدت کے لئے عبادت کی نیت سے مسجد میں اس لئے ٹھہرنا تاکہ خلوت گزیں ہو کر اللہ کے ساتھ اپنے تعلقِ بندگی کی تجدید کر سکے۔

سوال: کیا خواتین کا اعتکاف بیٹھنا درست ہے؟

جواب: خواتین بھی اعتکاف بیٹھ سکتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات بھی اعتکاف بیٹھا کرتی تھیں جیسا کہ حدیث مبارکہ سے ثابت ہے:

”اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان المبارک کے آخری دس دنوں میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال مبارک ہو گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ کی ازواجِ مطہرات نے بھی اعتکاف کیا ہے۔“

(بخاری، الصحیح، کتاب الاعتکاف، باب الاعتکاف فی العشر الاواخر والاعتکاف فی المساجد،2 : 713، رقم: 1922)

سوال: کیا مسنون اعتکاف کے لئے روزہ رکھنا شرط ہے؟

جواب: مسنون اعتکاف کے لئے روزہ رکھنا شرط ہے۔ کیونکہ بغیر روزہ کے مسنون اعتکاف صحیح نہیں۔ جبکہ عورت ایام مخصوصہ میں نہ روزہ رکھے نہ اعتکاف بیٹھے.

سوال:اعتکاف بیٹھنے کی کیا فضیلت ہے؟

جواب:اعتکاف بیٹھنے کی فضیلت پر کئی احادیث مبارکہ وارد ہوئی ہیں۔اِن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

1۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معتکف کے بارے میں ارشاد فرمایا: ”وہ (یعنی معتکف) گناہوں سے کنارہ کش ہو جاتا

https://www.minhaj.info/di/

ہے اور اُسے عملاً نیک اعمال کرنیوالے کی مثل پوری پوری نیکیاں عطا کی جاتی ہیں۔" (ابن ماجه، السنن، کتاب الصيام، باب فی ثواب الاعتکاف، 2: 376، رقم: 21781)

3۔ حضرت علی (زین العابدین) بن حسین اپنے والد امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنِ اعْتَكَفَ عَشْرًا فِي رَمَضَانَ كَانَ كَحَجَّتَيْنِ وَعُمْرَتَيْنِ.

(بیہقی، شعب الإيمان، باب الاعتکاف، 3: 425، رقم: 3966)

"جس شخص نے رمضان المبارک میں دس دن کا اعتکاف کیا، اس کا ثواب دو حج اور دو عمرہ کے برابر ہے۔"

سوال: اجتماعی اعتکاف کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: نامور فقیہ علامہ ابن رشد لکھتے ہیں کہ اعتکاف میں اجتماعی نوعیت کے معاملات کے جواز اور عدمِ جواز میں اختلاف کی بنیادی وجہ اعتکاف کے معنی کی تعیین میں اختلاف ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"جس نے اعتکاف کا معنی مسجد میں مخصوص افعال پر اپنے نفس کو روک لینا سمجھا، اس نے معتکف کے لیے صرف نماز اور قراءتِ قرآن کو مشروع قرار دیا؛ اور جس نے اعتکاف سے مراد نفس کو دوسروں کے قرب سے بچائے رکھنا لیا اس نے لوگوں سے میل جول کے علاوہ ان تمام امور کو مشروع قرار دیا۔"

(ابن رشد، بدایۃ المجتهد، 1: 312)

اِنفرادی اور اجتماعی نوعیت کے امور کا فرق

معتکف کے لئے نماز، تلاوتِ قرآن اور ذکر و اذکار جیسی انفرادی عبادات تو متفقہ طور پر جائز ہیں اور ان میں کسی نوع کا اختلاف نہیں ہے۔ لیکن جمہور علماء کرام نے دوسروں سے میل ملاپ والی متعدی یا اجتماعی نوعیت کی عبادات کو بھی انفرادی عبادات کی طرح مشروع اور بعض صورتوں میں لازم قرار دیا ہے۔ ان اجتماعی عبادات میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر، سلام کا جواب دینا، اِفتاء و اِرشاد اور اس طرح کے دیگر امور شامل ہیں۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ ان اُمور میں زیادہ وقت صرف نہ ہو۔

جہاں تک ایسے امور کا تعلق ہے جن میں زیادہ وقت صرف ہوتا ہے۔ مثلاً درس و تدریس، علماء کا دینی امور میں مناظرہ و مباحثہ اور درسِ قرآن و حدیث وغیرہ۔ تو ان امور کی مشروعیت میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے، مگر فقہ حنفی اور فقہ شافعی میں معتکف کے لیے اِن اُمور کو شرعاً جائز قرار دیا گیا ہے۔

(ابن همام، فتح القدير، 2 : 396)

اعتکاف میں سرانجام دیے جانے والے اجتماعی اُمور

ذیل میں ہم اِس اَمر پر روشنی ڈالیں گے کہ وہ کون سے اِجتماعی اُمور ہیں جو اعتکاف میں سرانجام دیے جا سکتے ہیں۔

ا۔ قضاء

اگر معتکف قاضی ہو یا فیصلے کرنے کی اہلیت رکھتا ہو اور دورانِ اعتکاف اس کے سامنے کوئی ایسا معاملہ آ جائے جس کی شہادت بھی موجود ہو تو اس پر لازم ہے کہ دورانِ اعتکاف ہی اس معاملے میں فیصلہ کر دے۔ امام شافعی الام میں لکھتے ہیں:

ولا بأس أن يقضي وإن كانت عنده شهادة، فدعي إليها فإنه يلزمه أن يجيب. (شافعی، الام، 2: 105)

"اور (معتکف کے لیے کسی معاملے کا) فیصلہ سنانے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ جب اس کی شہادت بھی موجود ہو۔ تو جب اُسے بلایا جائے تو اس پر لازم ہے کہ وہ دعوت قبول کرے (اور اس پیش آمدہ مسئلے کا فیصلہ کرے)۔"

۲۔ درس و تدریس

دورانِ اعتکاف تعلیم و تعلم اور درس و تدریس جیسے اُمور بجا لانا بہتر ہے تاکہ اِسلام کے اُس آفاقی حکم پر بھی عمل ہو جو آقاؐ کو پہلی وحی میں دیا گیا تھا اور جس کی بے پناہ تاکید قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ میں وارد ہوئی ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں:

"معتکف کے لئے خرید و فروخت، حسبِ ضرورت کپڑے سلائی کر لینے، علماء کی مجلس میں بیٹھنے اور ایسی گفتگو کرنے کہ جس میں گناہ کا کوئی پہلو نہ ہو، کوئی حرج نہیں۔"

(شافعی، الام، 2: 105)

لٰہذا جب معتکف کاروبار کر سکتا ہے، حسب ضرورت کپڑے سی سکتا ہے تو اس کے لیے حصولِ علم تو بدرجہ اَولیٰ بہتر ہوگا۔ اور حصول علم وہ کارِ خیر ہے جس میں شرکت کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ترجیح دی ہے۔ ایک مرتبہ جب مسجد نبوی میں محفلِ ذکر اور محفلِ علم برپا تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محفلِ علم کو ترجیح دیتے ہوئے اس میں شرکت فرمائی۔

۳۔ حسبِ ضرورت خرید و فروخت

اِعتکاف میں حسبِ ضرورت خرید و فروخت اور لین دین بھی درست ہے، لیکن اِس میں شرط یہ ہے کہ معاملہ ایجاب و قبول کی حد تک ہو اور سامانِ تجارت مسجد سے باہر ہو۔ یہاں اِس اَمر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ اَشیاء کی نقل و حرکت کا ممنوع ہونا مسجد کے تقدس کی وجہ سے ہے نہ کہ اعتکاف کی وجہ سے۔ اس سلسلے میں امام شافعی 'الام' میں فرماتے ہیں:

(کاسانی، بدائع الصنائع، 2 : 117)

''معتکف کے لئے خرید و فروخت، حسب ضرورت کپڑے سلائی کر لینے، علماء کی مجلس میں بیٹھنے اور ایسی گفتگو کرنے کہ جس میں گناہ کا کوئی پہلو نہ ہو، کوئی حرج نہیں۔''

(شافعی، الام، 2 : 105)

دورانِ اعتکاف حسب ضرورت خرید و فروخت سے متعلق امام کاسانی حضرت علیؓ کا یہ واقعہ نقل کرتے ہیں:

''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے بھائی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے کہ: تم نے خادم کیوں نہیں خریدا؟ انہوں نے جواب دیا: میں معتکف تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا حرج تھا اگر تم اسے خرید لیتے؟ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ (دورانِ اِعتکاف) مسجد میں بیع کرنے کے جواز کی طرف اشارہ کیا۔'' (کاسانی، بدائع الصنائع، 2 : 117)

اس طرح باقی خرید و فروخت کا معاملہ ہے کہ جن میں زیادہ دیر نہ لگے وہ جائز ہیں کیوں کہ یہ سلام کے جواب اور چھینک کے جواب سے مشابہت رکھتے ہیں۔

(زرکشی، شرح علی مختصر الخرقي، 3 : 17)

۴۔ اہل و عیال سے ملاقات اور بات چیت

اعتکاف کے ایک سال بعد آنے کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ اس میں انسان ان تمام امور سے بے نیاز ہو جائے جن کا تعلق دوسرے افراد سے ہو یا جن میں اشتغال فی الخلق کا شائبہ ہو؛ بلکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مبارکہ سے بھی ہمیں جو نقوش ملتے ہیں ان میں یہ امر بالکل واضح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دورانِ اعتکاف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ملتے، انہیں حسب ضرورت وعظ و نصیحت فرماتے اور گھر والوں سے ملاقات کرتے۔ اس سلسلے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

وَكَانَ يُخْرِجُ رَأْسَهُ إِلَيَّ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ أَغْسِلُهُ وَأَنَا حَائِضٌ.

(بخاری، الصحیح، کتاب الحیض، باب مباشرۃ الحائض، 1: 115، الرقم: 295)

''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالتِ اعتکاف میں اپنا سر میری طرف نکال دیتے تو میں حالتِ حیض میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر اقدس دھو دیتی۔''

اس کے علاوہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث بھی اس امر کی وضاحت کرتی ہے جسے علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ مطہرہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھیں۔ جب گفتگو اور ملاقات کر کے واپس جانے لگیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا: ''جلدی نہ کرو، ٹھہرو تاکہ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں۔ اُن کا حجرہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے مکان میں تھا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کے ساتھ نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انصار کے دو شخص ملے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو آگے نکل گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن دونوں کو بلا کر فرمایا:

تَعَالَيَا، إِنَّهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ.

''ادھر آؤ، یہ صفیہ بنت حیّی ہیں۔''

دونوں نے عرض کی: یارسول اللہ، سبحان اللہ!'' اِس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''شیطان انسان کے جسم میں خون کی طرح دوڑتا ہے، میں ڈرا کہ مبادا وہ تمہارے دل میں کوئی وسوسہ ڈال دے۔''

(بخاری، الصحیح، کتاب الاعتکاف، باب زیارۃ المراۃ زوجها في الاعتکاف، 2: 716، رقم: 1933)

۵۔ اَمر بالمعروف ونہی عن المنکر

مذکورہ بالا حدیثِ اہل وعیال سے گفتگو کے علاوہ اعتکاف گاہ سے باہر حسبِ ضرورت اور حسبِ موقع امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے عمل کو جاری رکھنے پر بھی دلالت ہوتی ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ملاحظہ فرمایا کہ ممکن ہے انصاری صحابہ کے دل میں کوئی خیال جنم لے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے ہی اس کا تدارک فرمادیا حالاں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت اعتکاف گاہ سے باہر تھے۔ اس تناظر میں اعتکاف گاہ کے اندر امر بالمعروف ونہی عن المنکر جو کہ سراسر ایک اجتماعی نوعیت کا عمل ہے، کو کس طرح منافی اعتکاف کہا جا سکتا ہے؟

۶۔ اُمورِ نکاح کی محدود اِجازت

شادی بیاہ ایسے اُمور ہیں جو معاشرے اور معاشرت کی بنیاد اور اجتماعیت کی اساس ہیں۔ معتکف اگرچہ ان تمام امور سے خلاصی پا کر مسجد میں گوشہ نشین ہوتا ہے لیکن ائمہ کرام نے دورانِ اعتکاف معتکف کے مسجد میں نکاح کرنے، محفل نکاح میں شامل ہونے، کسی کو اس کی دعوت دینے، نکاح وغیرہ پر مبارک باد دینے، تعزیت کرنے اور لوگوں کے درمیان صلح صفائی جیسے امور کو بھی مباح قرار دیا ہے۔ جمہور اہل علم کا یہی موقف ہے۔

''معتکف کے لیے غروبِ آفتاب سے طلوعِ فجر تک خرید و فروخت، نکاح، (اَسباق کی) مراجعت کرنے، لباس وغیرہ بدلنے، خوشبو اور تیل لگانے، کھانے پینے اور ایسی گفتگو کرنے کہ جس میں کوئی گناہ کی بات شامل نہ ہو، میں کوئی حرج نہیں۔''

(کاسانی، بدائع الصنائع، 2: 117)

۷۔ مریض کی عیادت

اعتکاف کے دوران میں دیگر امور کی طرح ضروری حالت میں مریض کی عیادت کرنا بھی آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ سے ثابت ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی مریض کے پاس سے اعتکاف کی حالت میں گزرتے تو بغیر ٹھہرے گزرتے گزرتے اس کا حال دریافت فرمالیتے۔''

(ابو داود، السنن، کتاب الصوم، باب المعتکف یعود المریض، 2: 333، رقم: 2472)

عصرِ حاضر اور مقاصدِ اعتکاف

اس میں شک نہیں کے اعتکاف کا مقصد نفس کی اصلاح، برائیوں سے اجتناب اور خلوت کا حصول ہے۔ مگر یہ بھی ایک قابلِ لحاظ امر ہے کہ کوئی بھی عمل جب تک کسی مستحکم بنیاد پر قائم نہ ہو، ثمر آور اور دیرپا نہیں ہو سکتا۔ اور علم ہی کسی عمل کو مستحکم بنیاد فراہم کر سکتا ہے۔ اسی مقصد کے حصول کے لئے دوران اعتکاف تعلیم و تعلم کو ایک اجتماعی عمل ہونے کے باوجود تمام ائمہ فقہ نے جائز قرار دیا ہے کیونکہ بغیر علم کے ریاضت و مجاہدہ کسی منزل تک نہیں پہنچا سکتا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ایک فقیہ شیطان پر ایک ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔''

(ابو داود، السنن، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، 1: 81، رقم: 222)

دورِ حاضر میں ہمیں اِسلام وراثت میں ملا ہے، ہم نے اس کے لئے کوئی کاوِش اور محنت نہیں کی، والدین مسلمان تھے تو ہم بھی مسلمان کہلائے۔ لیکن اصل صورتِ حال یہ ہے کہ ہمارے عوام کی ایک قابلِ ذکر تعداد کو کلمہ تک یاد نہیں، اور اگر کلمہ آتا ہے تو اس کے معنی کا علم نہیں، اور اگر بالفرض معنی معلوم ہے تو اس کے تقاضوں کا علم نہیں۔

قرآن کریم کی تلاوت کو افضل العبادات قرار دیا گیا ہے اور تلاوت قرآن اعتکاف کے بنیادی معمولات میں سے ہے، لیکن

ہمارے عوام کی ایک قابلِ ذکر تعداد صحت لفظی کے ساتھ قرآن نہیں پڑھ سکتی۔ ان حالات میں انفرادی عبادات پر حد سے زیادہ زور دینا اور گنے چنے چند وظائف کرنے میں دس دن گزار دینا اعتکاف کا منشاء ہے نہ اس سے اعتکاف کا مقصد حاصل ہوتا ہے۔

ہماری اجتماعی صورتِ اَحوال اور دورِ حاضر کے تقاضوں کے پیشِ نظر اعتکاف میں فرد کی تربیت اور اصلاحِ معاشرہ سے تعلق رکھنے والی اجتماعی اُمور مجرد وظائف اور تسبیحات سے زیادہ اہم اور ضروری ہو چکے ہیں۔ ویسے بھی جب معاشرہ کلیتاً برائی اور بے راہ روی کا شکار ہو تو اس صورت میں اَحکام بدل جاتے ہیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى لَا يُعَذِّبُ الْعَامَّةَ بِذَنْبِ الْخَاصَّةِ. وَلٰكِنْ إِذَا عُمِلَ الْمُنْكَرُ جِهَارًا اسْتَحَقُّوا الْعُقُوبَةَ كُلُّهُمْ.

(مالک، الموطأ، 2: 991، رقم: 23)

”بے شک اللہ تعالیٰ خاص لوگوں کے گناہوں کے سبب عامۃ الناس کو عذاب نہیں دیتا۔ لیکن جب اِعلانیہ برائی کی جانے لگے تو (خاص و عام) سب لوگ بلا امتیاز عذاب کے مستحق بن جاتے ہیں۔“

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ فلاں فلاں شہر کو اس کے باشندگان سمیت پلٹ دو (تباہ و برباد کر کے رکھ دو)۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! ان میں تیرا وہ بندہ بھی ہے جس نے آنکھ جھپکنے کے برابر بھی تیری نافرمانی نہیں کی۔ اِس پر رب تعالیٰ نے فرمایا:

أَقْلِبْهَا عَلَيْهِمْ، فَإِنَّ وَجْهَهُ لَمْ يَتَمَعَّرْ فِيَّ سَاعَةً قَطُّ.

(بيهقي، شعب الإيمان، 6: 97، رقم: 7595)

”اس شہر کو ان پر پلٹ دے کیونکہ اس شخص کا چہرہ کبھی ایک گھڑی بھی میری خاطر (برائی کو دیکھ کر) متغیر نہیں ہوا۔“

اس حدیث مبارکہ میں مجرد ذکر و عبادت میں مشغولیت کی وجہ سے مخلوقِ خدا کے اَحوال کی درستگی سے عدم دلچسپی پر وعید بیان کی گئی ہے۔ اور دعوت و تبلیغ کا یہ فریضہ اُسی وقت ممکن ہو سکتا ہے جب انسان انفرادی ذکر و اذکار کو ہی کل نہ سمجھے بلکہ دعوت و تبلیغ اور اصلاحِ اَحوالِ اُمت کے نبوی فریضہ کو بھی عبادت جانتے ہوئے اپنے معمولات میں سے اسے خصوصی وقت دے۔ اس لئے تعلیم و تعلم، قرآن سیکھنے سکھانے اور اصلاح نفس جیسے دیگر امور جن کا تعلق دیگر افراد سے ہو، اعتکاف میں جائز اور مستحسن ہیں؛ اور یہی راجح قول ہے۔

اِعتکاف میں طویل خاموشی اختیار کرنا

خاموشی حکمت کا پیش خیمہ اور زبان کی حفاظت کا سب سے قوی اور آزمودہ ہتھیار ہے اور قرآن و حدیث میں اس کے بے شمار فضائل بیان ہوئے ہیں مگر خاموشی کو اس طرح افضل جاننا کہ واجب کلام بھی ترک کر دیا جائے، حرام کے دائرے میں چلا جاتا ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے خاموشی سے بہتر ہونے پر آقا علیہ الصلاۃ والسلام کی یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ جس میں ایک عورت نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ میں جمعہ کا روزہ رکھوں اور اس دن کسی بھی کلام نہ کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواباً ارشاد فرمایا:

”صرف جمعہ کا روزہ نہ رکھو بلکہ اس طرح ایام کا انتخاب کرو کہ جمعہ کا دن ان میں آجائے یا پھر یہ کہ مہینے کے روزے ہوں تو جمعہ بھی ان میں آجائے۔ جہاں تک کلام نہ کرنے کی بات ہے تو مجھے میری عمر کی قسم! نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا تمہارے خاموش رہنے سے زیادہ بہتر ہے۔“

(احمد بن حنبل، المسند، 5: 224، رقم: 22004)

اجتماعی اِعتکاف کی مثالیں

گزشتہ سطور میں بیان کردہ تفصیل اور امت مسلمہ کے موجودہ حالات کے پیشِ نظر جہاں اجتماعی اعتکاف کے جواز اور عدمِ جواز پر بحث جاری ہے وہیں اِجتماعی اعتکاف کی کئی مثالیں بھی ہمارے سامنے آتی ہیں۔ وہ لوگ جو کچھ عرصہ قبل تک اسے بدعت قرار دیتے تھے اب خود اس پر عمل پیرا ہیں۔

حرمین شریفین میں اِعتکاف

فی زمانہ حرمین شریفین میں دنیا کا سب سے بڑا اجتماعی اعتکاف ہوتا ہے۔ ان مقاماتِ مقدسہ پر ہزارہا اہلِ اِسلام رمضان

المبارک میں اعتکاف کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ اگرچہ اعتکاف کے لئے جگہ مخصوص کی جاتی ہے مگر خیمے وغیرہ نصب نہیں کیے جاتے اور نہ ہی چادریں وغیرہ تانی جاتی ہیں۔اِس اِجتماعی اِعتکاف میں ہر وقت اِجتماعی درسِ قرآن اور درسِ حدیث بھی ہوتے ہیں، ہمہ وقت پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ بھی جاری رہتا ہے اور تجویدِ قرآن کے حلقات بھی منعقد ہوتے ہیں۔ نیز دروسِ فقہ بھی ہوتے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ حرمِ کعبہ میں معتکفین طواف بھی کرتے ہیں جو کہ بھیڑ کے ماحول میں ہی ہوتا ہے۔ گویا جلوت میں خلوت کا ماحول ہوتا ہے۔

تحریک منہاج القرآن کے زیرِاہتمام منعقدہ اعتکاف

تحریک منہاج القرآن اُمت مسلمہ کی ایک ایسی تجدیدی و احیائی تحریک ہے جس نے آنے والے مسائل کا قبل از وقت اِدراک کرکے اُمت مسلمہ کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا ہے۔اِس کی بانی قیادت شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اُمت کو روایتی اُصولوں سے ہٹ پر ایک نئی سوچ و فکر اور بیدار مغز دیا ہے۔

تحریک منہاج القرآن کا ایک امتیازی وصف یہ بھی ہے کہ اس نے فرد کے درِ قلب پر دستک دی ہے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہارگانہ فرائض نبوت۔ تلاوتِ قرآن؛ تزکیہ نفوس؛ تعلیم کتاب وحکمت۔ کی پیروی کرتے ہوئے ہر محاذ پر جدوجہد کی ہے۔ تحریک منہاج القرآن نے روحوں کا زنگ اتار کر دلوں کا میل بھی دھو دیا ہے۔اِسی مقصد کے لئے جامع المنہاج میں تحریک منہاج القرآن کے زیر اہتمام اجتماعی اعتکاف کا غیر روایتی تصور بھی ہے۔ رمضان کے آخری عشرے میں مسنون اعتکاف اور اعتکاف برائے تربیت کی سوچ قائد تحریک شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے ذہن رسا میں بہت پہلے سما چکی تھی جس کا اظہار اِبتدائً تحریک منہاج القرآن کے مرکزی سیکرٹریٹ پر واقع جامع مسجد میں بھی ہوتا رہا۔ اعتکاف تو وہ ہر سال ہی بیٹھتے تھے، 1990ء میں جب وہ تحریک منہاج القرآن کے مرکزی سیکرٹریٹ پر واقع جامع مسجد میں اعتکاف بیٹھے تو ان کے ساتھ 50 افراد بھی گوشہ نشیں ہوئے۔اِس سے ان کے ذہن میں موجود اجتماعی اعتکاف کے تصور نے حقیقت کا روپ دھار لیا، 1991ء میں یہ تعداد مزید بڑھی تو اس مسجد کی وسعت تنگ محسوس ہونے لگی، 1992ء میں جب بغداد ٹاؤن میں موجود جامع المنہاج باقاعدہ اجتماعی اعتکاف کے انعقاد کی مستقل جگہ قرار پائی تب معتکفین کی تعداد 50001 تھی۔ لیکن آج بفضلہ تعالیٰ تحریک منہاج القرآن کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے اجتماعی اعتکاف میں معتکف ہونے فرزندانِ اِسلام کی تعداد پچیس ہزار سے تجاوز کر چکی ہے۔ اوراِس میں مرد وزن ہر دو ذوق وشوق سے شریک ہو کر اپنی باطنی طہارت اور علمی حلاوت کا سامان کرتے ہیں۔ خواتین کے لیے منہاج کالج برائے خواتین میں اجتماعی اعتکاف کا الگ انتظام کیا جاتا ہے۔

گزشتہ صفحات میں بیان کیے گئے معمولاتِ اِعتکاف کے مطابق اِس شہرِ اِعتکاف میں حلقہ ہائے ذکر و درود بھی منعقد ہوتے ہیں؛ درسِ فقہ کی نشستیں بھی ہوتی ہیں اور دروسِ قرآن وحدیث بھی ہوتے ہیں۔ سب سے بڑھ کر مجددِ رواں صدی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے علمی و فکری اور روحانی موضوعات پر مشتمل خطبات و دروس حاضرین و سامعین کی ذہنی و باطنی جلا کا سامان فراہم کرتے ہیں اور ان کے تزکیہ قلوب و نفوس کی راہ ہموار کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ بات بلامبالغہ کہی جا سکتی کہ تحریک منہاج القرآن ایک تجدیدی تحریک ہونے کے ناطے عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق اِعتکاف کا صحیح تصور عوام کے سامنے پیش کر رہی ہے۔

سوال: کیا واجب، مسنون یا نفلی اعتکاف چھوڑنے پر قضا واجب ہے؟

جواب: اگر نفلی اعتکاف چھوڑ دے تو اس کی قضا واجب نہیں لیکن اگر مسنون اعتکاف جو رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں کیا جاتا ہے، اسے توڑا تو جس دن توڑا اُسی سے آگے بقیہ دنوں کی قضا کرے. پورے دس دنوں کی قضاء واجب نہیں. اگر واجب یعنی منت کا اعتکاف چھوڑا تو اگر وہ کسی معین مہینے کی منت تھی تو باقی دنوں کی قضا کرے. لیکن اگر مسلسل (علی الاتصال) اعتکاف کرنے کی نیت کی تھی تو نئے سرے سے اعتکاف کرے اور اگر علی الاتصال اعتکاف کرنے کی نذر نہیں مانی تھی تو باقی دنوں کا اعتکاف کرے۔

https://www.minhaj.info/di/

سوال: نفلی اعتکاف سے کیا مراد ہے؟

جواب: واجب اور مسنون اعتکاف کے علاوہ جو اعتکاف کیا جائے، وہ نفلی اعتکاف کہلاتا ہے۔ نفلی اعتکاف میں نہ روزہ شرط ہے اور نہ ہی اس کے لئے کوئی خاص وقت اور معیاد مقرر ہے۔

مثلاً کوئی شخص دن یا رات میں جب بھی مسجد کے اندر داخل ہو تو وہ اعتکاف کی نیت کرلے۔ جتنی دیر مسجد میں رہے گا اعتکاف کا ثواب پائے گا۔ نیت کے لئے صرف دل میں اتنا خیال کر لینا اور منہ سے کہہ لینا کافی ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے لئے اعتکاف کی نیت کی۔

سوال: کیا خواتین شرعی عذر (حیض) روکنے کے لئے ٹیبلٹ یا انجکشن استعمال کرکے اعتکاف بیٹھ سکتی ہیں؟

جواب: اگر انجکشن لگوانے سے صحت پر برے اثرات مرتب نہ ہوں تو خواتین افطاری کے اوقات میں (یعنی غروب آفتاب سے لے کر اذانِ فجر سے قبل تک) ٹیبلٹ لے سکتی یا انجکشن لگوا سکتی ہیں۔ لیکن اگر انجکشن لگوانے یا گولیاں کھانے کے باوجود کسی وقت عذرِ شرعی لاحق ہو جائے (خواہ وہ تھوڑی دیر کے لیے ہی ہو) تو مسنون اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

سوال: کیا رمضان میں اعتکاف کے دوران (بوجہ گرمی) غسل کیا جاسکتا ہے؟

جواب: دورانِ اعتکاف، اعتکاف گاہ کے اندر یا قریب تر مقام پر غسل کرنے کی سہولت موجود ہو تو غسل کرسکتے ہیں خواہ واجب نہ بھی ہو۔ کیونکہ کہ گرمیوں میں دس دن بغیر غسل کئے رہنا بہت مشکل ہو جاتا ہے، خاص طور پر جہاں زیادہ لوگ اعتکاف کر رہے ہوں وہاں پر گرمی زیادہ ہوتی ہے اور پسینہ بھی زیادہ آتا ہے۔ بہتر صورت یہی ہے کہ غسل کر لیا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ صفائی ممکن ہو سکے اور پسینے کی ناخوشگوار بو نہ آئے۔ لہذا دورانِ اعتکاف غسل کر سکتے ہیں، اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔

سوال: کیا بیوی کا خاوند کی اجازت کے بغیر اعتکاف بیٹھنا جائز ہے؟

جواب: جی نہیں۔ بیوی کا خاوند کی اجازت کے بغیر اعتکاف بیٹھنا جائز نہیں۔

سوال: کیا دورانِ اعتکاف بامر مجبوری چند گھنٹوں مسجد سے باہر جاسکتے ہیں؟

جواب: امام مرغینانی فرماتے ہیں:

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک معتکف ایک لمحہ کیلئے بھی بلا ضرورت مسجد سے باہر نکلا تو اس کا اعتکاف جاتا رہا۔ قیاس یہی ہے کیونکہ اعتکاف مسجد میں ٹھہرنے کا نام ہے۔ اور صاحبین نے کہا جب تک مسجد سے باہر آدھے دن سے زائد وقت نہ گزرے اعتکاف نہیں ٹوٹتا۔ اور استحسان کا تقاضا یہی ہے۔

(مرغيناني، الهداية شرح البداية، 1: 133، المكتبة الإسلامية)

ابن ہمام اس پر بحث کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

فَعُلِمَ أَنَّ الْقَلِيلَ عَفْوٌ فَجَعَلْنَا الْفَاصِلَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْكَثِيرِ أَقَلَّ مِنْ أَكْثَرِ الْيَوْمِ أَوْ اللَّيْلَةِ لِأَنَّ مُقَابِلَ الْأَكْثَرِ يَكُونُ قَلِيلًا بِالنِّسْبَةِ إلَيْهِ.

’’لہٰذا معلوم ہوا کہ تھوڑے وقت کیلئے معتکف کا مسجد سے نکلنا معاف ہے۔ تو ہم نے کم اور زیادہ میں فاصلہ یہ رکھا ہے کہ رات یا دن کے زیادہ حصہ سے کم ہے تو کم اور زائد ہے تو زائد۔ اس لئے کہ زیادہ کے مقابلہ میں اس کی نسبت سے کم ہی آتا ہے۔‘‘

مبسوط میں ہے کہ امام ابو حنیفہ کا قول قیاس سے قریب تر اور صاحبین کا قول رعایت و وسعت سے قریب تر ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھوڑے وقت کیلئے معتکف کا مسجد سے نکلنا معاف ہے تاکہ حرج و تنگی پیدا نہ ہو۔ خواہ اس کی زیادہ ضرورت نہ پڑے مثلاً کوئی شخص قضائے حاجت کیلئے نکلتا ہے تو اسے تیز چلنے کا حکم نہیں دیا جائے گا بلکہ وہ آرام و سکون سے چل سکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تھوڑے وقت کیلئے باہر نکلنا معاف ہے ہاں زیادہ نکلنا معاف نہیں۔ تو ہم نے حد فاصل رات اور دن کا اکثر حصہ مقرر کر دیا۔ جیسا کہ ہم نے رمضان کے روزے کی نیت کے بارے میں کہا۔ پھر ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اعتکاف کا رکن مسجد میں ٹھہرنا ہے اور باہر نکلنا اس کے خلاف ہے۔ تو اس سے رکنِ عبادت ختم ہو گا اس میں کم یا زیادہ برابر ہے جیسا کہ روزے میں کھانا اور طہارت میں حدث۔ (كمال الدين السيواسي، شرح فتح القدير، 2: 393، بيروت: دار الفكر)

لہٰذا آپ دورانِ اعتکاف بحالت مجبوری چار سے پانچ گھنٹے کے لئے دفتر جا سکتے ہیں۔

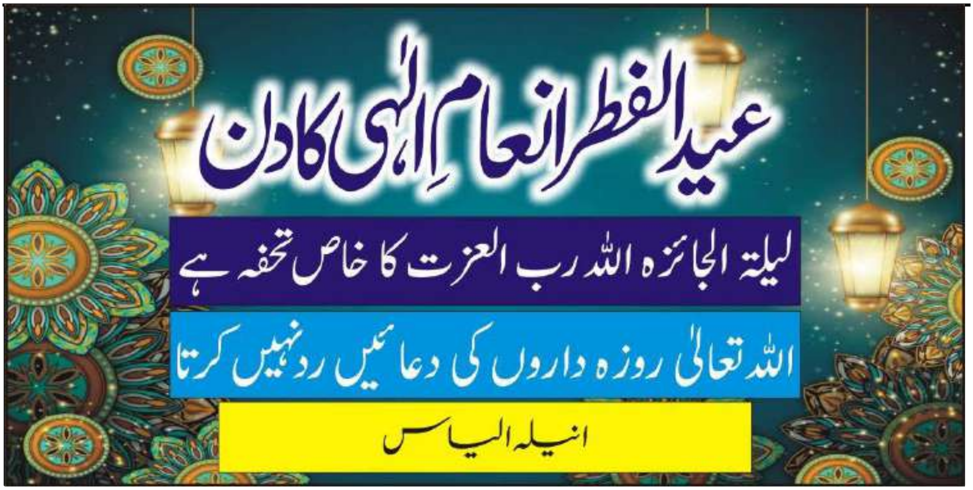

لفظ عید سنتے ہی دل و دماغ میں خوشی و مسرت، موج و مستی اور فرحت و انبساط جیسے خیالات آنے لگتے ہیں۔ دل کے باز یچے میں رنگا رنگ پھول کھلنے لگتے ہیں۔ نت نئے ملبوسات عود و عطریات کی خوشبوئیں، لذیذ کھانے، گہما گہمی اور سیر و تفریح ہمارے تصورات کا حصہ بن جاتے ہیں۔ لیکن در حقیقت عید کس کو کہتے ہیں۔ عید کا لفظ ''عود'' سے نکلا ہے جس کے معنی باز گشت کرنا یا لوٹ آنا کے ہیں۔اس کا لغوی مفہوم لوٹنا یا پلٹنا ہے کیونکہ عید ہر سال اپنے دامن میں خوشیوں، مسرتوں اور شادمانیوں کے گلہائے رنگ سجائے آتی ہے۔ کتب میں عید کے جو مفاہیم بیان کیے گئے ہیں ان میں اس کا ایک مطلب توجہ کرنا یا خیال کرنا کے بھی ہیں۔ یہ اگرچہ اس کا لغوی مطلب نہیں لیکن جب اہل صیام اپنے نفس کا تزکیہ کرکے، بھوک اور پیاس کی شدت برداشت کرکے اپنے شب و روز کے قیام و سجود کو اپنے رب کے حضور پیش کرتے ہیں اور اللہ رب العزت سے اس کی نظر التفات کا اس کی خوشنودی و رضا کا اور اس کی جود و سخا کا سوال کرتے ہیں تو مالکِ کائنات اپنی ساری مخلوق بالخصوص اہل صیام کی طرف رحمت و مغفرت اور بخشش کی نگاہ فرماتا ہے۔اس لیے اس دن کو عید کہتے ہیں۔

عید کا ایک معنی خوشی، جشن، فرحت، مسرت اور چہل پہل کے بھی ہیں۔ لفظ افطار کا مادہ فطر ہے اور فطر کے معنی کھولنا کے ہیں یعنی عید الفطر کا دن وہ دن ہے جس دن روزوں کا سلسلہ اختتام پذیر ہوتا ہے اور ایک مسلمان کو نئی روحانی زندگی کے عود آنے کی نوید ملتی ہے یہ دن اہل ایمان کے لیے خوشیوں سے بھرا عید کا دن ہوتا ہے۔

لیلۃ الجائزہ، دعاؤں کی قبولیت کی رات:

ماہ شوال کا چاند نظر آتے ہی رحمتوں، برکتوں، تجلیوں، بخششوں اور مغفرتوں سے بھرپور رمضان کا مقدس مہینہ اختتام پذیر ہو جاتا ہے اور عید کی رات آجاتی ہے۔ عید الفطر کی رات یعنی چاند رات جسے ''لیلۃ الجائزہ'' کہا جاتا ہے۔ جس کا مطلب ہے انعام ملنے والی رات یہ رات بڑی برکت والی رات ہوتی ہے۔ اللہ کے بندے رمضان میں اپنے رب کی خاطر خود کو ان کاموں سے بھی روک کے رکھتے ہیں جو شریعت میں حلال و جائز ہیں وہ دن میں اللہ کی خاطر روزہ رکھتے ہیں رات کو اس کی رضا کے لیے قیام کرتے ہیں۔

اس رات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے انہی بندوں کو رمضان کی مشقتوں، محنتوں، قربانیوں اور ریاضتوں کا انعام دیا جاتا ہے۔ ان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ ان کے لیے جنت واجب کر دی جاتی ہے۔ انھیں اپنے رب کا قرب اور اس کی رضا بصورت عطا کی جاتی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے عیدین کی دونوں راتوں میں اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی امید

رکھتے ہوئے عبادت میں قیام کیا اس کا دل اس دن مردہ نہیں ہوگا۔ جس دن سب کے دل مردہ ہو جائیں گے۔" (ابن ماجہ)

یہ رات خاص انعام و اکرام کی رات ہے کیونکہ اس کا شمار ان پانچ راتوں میں ہوتا ہے جن کے بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ پانچ راتیں ایسی ہیں جن میں دعا کو رد نہیں کیا جاتا جمعہ کی شب، رجب کی پہلی شب، شعبان کی پندرھویں شب اور دونوں عیدوں (عید الفطر اور عید الاضحیٰ) کی راتیں۔ کتنا ہی بدنصیب ہے وہ شخص جو ان لمحات کو عیش و عشرت، فضول باتوں، ہنگاموں میں صرف کردے جو رب کی کرم نوازیوں اور انعام و اکرام کے وقت کو بازاروں، شاپنگ سنٹرز، پارلرز، سیر و تفریح، کھانے پکانے اور کھانے پینے میں خرچ کردے۔ وہ رحیم و کریم رب اس رات میں یہ صدائیں دے رہا ہو کہ اے میرے بندو مانگ لو جو مانگنا ہے آج میری رحمت مائل بہ کرم ہے۔ آج کی رات میری خاص عطاؤں، بخششوں اور جود و سخا کے دروازے کھلے ہیں۔ آج جو التجا کرو گے پوری ہوگی۔ مرادیں بر آئیں گی۔ دعائیں شرف قبولیت پائیں گے جو مانگو گے عطا ہوگا۔ آج کی رات کسی کی جھولی خالی نہیں رہے گی۔

امت محمدیہ ﷺ کے لیے لیلۃ الجائزہ اللہ رب العزت کا خاص تحفہ ہے اس رات کو لغویات میں خرچ کرنے کے بجائے قیام اللیل، تسبیحات، ذکر اذکار اور مناجات کے ساتھ گزارنا افضل ہے۔

عید۔۔۔ یوم رحمۃ:

لیلۃ الجائزہ کے بعد وہ دن آتا ہے جو مسرت و شادمانی اور سرور و انبساط کا دن ہے۔ جس دن کو یوم الرحمۃ کہتے ہیں ایسا رحمت والا دن جس دن اللہ پاک اپنے بندوں پر رحمت و مغفرت کی بارش برساتا ہے۔ علی الصبح باری تعالیٰ ملائکہ کو زمین پر اتارتا ہے وہ فرشتے زمین پر اتر کر تمام گلیوں، سڑکوں اور چوراہوں کے سروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور یہ ندا دیتے ہیں اے رسول خدا ﷺ کی امت اس کریم رب کی طرف چلو جو سب سے زیادہ عطا فرمانے والا ہے جو بڑے بڑے گناہوں سے چشم پوشی کرنے والا ہے جو سب سے بڑھ کر معاف کر دینے والا رحیم و کریم رب ہے۔

پھر جب لوگ نماز عید ادا کر کے عید گاہ کی طرف سے نکلتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان فرشتوں سے پوچھتا ہے کہ کیا بدلہ ہے اس مزدور کا جو اپنا کام پورا کرے ملائکہ عرض کرتے ہیں۔ اے ہمارے مالک اس کا بدلہ یہی ہے کہ اس کی مزدوری اس کو پوری پوری دے دی جائے تو اللہ رب العزت فرشتوں کو گواہ بنا کر فرماتا ہے کہ اے میرے فرشتو گواہ رہنا کہ میں نے اپنے حبیب کی امت کو اجرت دے دی۔ ان کو رمضان کے روزوں، تلاوتِ قرآن، تراویح و قیام اللیل کے بدلہ میں اپنی رضا اور مغفرت عطا کر دی اور بندوں سے ارشاد فرماتا ہے:

اے میرے بندو آج کے دن مجھ سے اپنی آخرت کے بارے میں جو سوال کرو گے وہ پورا کروں گا اور جو دنیا کے بارے میں سوال کرو گے اس میں تمہارے لیے خیر و بھلائی لکھ دوں گا۔ آج کے دن تم نے مجھے راضی کر دیا اور میں تم سے راضی ہو گیا۔

آقا کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی عید:

آقا کریم علیہ الصلوۃ والسلام کا عمل مبارک یہ تھا کہ آپ ﷺ لیلۃ الجائزہ سے نماز عید کے خطبہ سے قبل تک کثرت سے تکبیرات پڑھتے۔ عید کے روز صبح جلدی بیدار ہوتے، مسواک کرتے، غسل فرماتے، خوبصورت اور عمدہ لباس زیب تن فرماتے کبھی سرخ و سبز دھاری دار یمنی چادر اوڑھتے۔ خوشبو لگاتے اور نماز عید الفطر سے قبل طاق عدد میں ایک، تین، پانچ یا سات کھجوریں تناول فرماتے۔ عید گاہ جانے سے قبل صدقہ فطر ادا فرماتے۔ آپ ﷺ عید گاہ پیدل تشریف لے جاتے نماز عید کے لیے ایک راستہ سے جاتے اور دوسرے راستہ سے واپس لاتے۔ راستہ میں آپ ﷺ آہستہ آواز میں تکبیر کہتے اور نماز عید الفطر میں تاخیر فرماتے۔ اور نماز عید الاضحیٰ کو جلد ادا فرماتے۔ (مشکوۃ باب صلوۃ)

سیدُنا عمر فاروقؓ کی عید:

حضرتِ علامہ مولانا عبد المصطفٰی اعظمیؒ فرماتے ہیں: عید کے دِن چند حضرات مکانِ عالی شان پر حاضر ہوئے تو کیا دیکھا کہ امیرالمومنین حضرتِ سیّدُنا عمرفاروقِ اَعظمؓ دروازہ بند کرکے زَارو قطار رو رہے ہیں۔لوگوں نے حیران ہوکر عرض کی: یاامیرالمومنین!آج تو عید ہے جو کہ خوشی منانے کا دِن ہے ، خوشی کی جگہ یہ رونا کیسا؟آپؓ نے آنسو پونچھتے ہوئے فرمایا: ''ھٰذَا یَوْمُ الْعِیْدِ وَھٰذَا یَوْمُ الْوَعِیْد''یعنی یہ عید کا دِن بھی ہے اور وَعید کا دِن بھی۔ جس کے نَمازو روزے مقبول ہوگئے بلا شبہ اُس کے لئے آج عید کا دِن ہے،لیکن جس کے نَمازو روزے رَد کر کے اُس کے منہ پر ماردیئے گئے اُس کیلئے تو آج وَعید کا دِن ہے۔

حضور غوث اعظمؒ کی عید:

اللہ تعالٰی کے مقبول بندوں کی ایک ایک ادا ہمارے لئے موجب صد درسِ عبرت ہوتی ہے۔الحمدللہ ہمارے حضور سیدنا غوث اعظمؒ کی شان بے حد اَرفع واعلٰی ہے ، اِس کے باوجودآپؒ ہمارے لئے کیا چیز پیش فرماتے ہیں ! سنیئے اور عبرت حاصل کیجیئے۔

خلق گوید کہ فردا روزِ عید اَست
خوشی دَرُروحِ ہر مؤمن پدید اَست
دَراں رَوزے کہ باایماں بمیرم
مرادَر ملکِ خودآں رَوزِ عید اَست

یعنی "لوگ کہہ رہے ہیں ،"کل عید ہے!کل عید ہے!"اور سب خوش ہیں۔لیکن میں تو جس دِن اِس دنیا سے اپنا اِیمان سلامت لے کر گیا، میرے لئے تو وُہی دِن عید ہوگا۔"

عید کی خوشی ضرورت مندوں کی خوشی کے بغیر ادھوری:

عید کا دن بنیادی طور پر سجدہ شکر کا دن ہے۔اللہ رب العزت کی بڑائی بیان کرنے کا دن ہے۔ اخوت، مساوات اور بھائی چارے کا دن ہے۔ عید کے دن غسل کرنا، خوشبو لگانا اور نئے لباس زیب تن کرنا۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی سنت ہے تو آپ ﷺ کی سنت مبارکہ یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ ان یتیموں، غریبوں، مسکینوں کو بھی اپنے ساتھ ان خوشیوں میں شریک فرماتے جن کے چہروں پر یاس وحسرت کی زردی جھلک رہی ہوتی جو بے کسی، کسمپرسی اور مجبوریوں کی وجہ سے عید کی خوشیاں منانے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے۔اس وقت ملک پاکستان میں جو مہنگائی، افلاس، غربت اور بے روزگاری کے حالات میں بالخصوص سفید پوش طبقہ جو کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلا سکتا۔ یہ بے خانماں لوگ سب سے زیادہ اس وقت میں مشکلات وپریشانیوں کا شکار ہیں۔اس وقت میں ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی اس سنت مبارکہ کا احیا کریں اور بالخصوص ہمیں اپنے ان بہن بھائیوں میں عید کی خوشیاں بانٹنے والے بننا چاہیے جو عزت داری کے بھرم کو قائم رکھے ہوتے ہیں اور اپنا دستِ سوال ہر کسی کے سامنے دراز نہیں کرتے۔

اپنی خوشی بھول جا سب کا درد خرید
سیفی تب جاکر تیری عید ہوگی

دین اسلام یہی تصور پیش کرتا ہے کہ امت مسلمہ ایک جسد واحد کی طرح ہے اگر جسم کے ایک حصہ کو تکلیف ہوتی ہے تو پورا جسم درد میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ کسی کے دکھ، درد، تکلیف یا کسی کی پریشانی کو دور کردینے سے جو روحانی سکون دلی تسکین اور اللہ رب العزت کا قرب اور اس کی رضا حاصل ہوتی ہے وہ روح کا سکون اور رب تعالٰی کی قربت سینکڑوں سجدوں اور قیام اللیل سے بھی بسااوقات نصیب نہیں ہوتی۔

عید فقط اس کی نہیں جو نیا لباس زیب تن کرے، عود و عطریات سے خوشبو حاصل کرے، قیمتی سواریوں پر سوار ہو، انواع واقسام کے دستر خواں سجالے یا جس کے شب وروز آرائش دنیا سے مزین ہوں بلکہ عید کی روح تو اصل میں وہ لوگ پاتے ہیں جو تقویٰ کو زادِ آخرت بنالیں جن کے دل خشیت الٰہی سے بھر جائیں جو ایسی توبہ کرلیں کہ پھر گناہ کی طرف نہ لوٹیں۔ جن کی روح دکھی انسانیت کو دیکھ کر تڑپ اٹھے اور جسے ایک نئی روحانی زندگی کے پلٹ آنے کی خوشخبری مل جائے۔

ایک آرزو

ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ

دنیا کی محفلوں سے اکتا گیا ہوں یا رب
کیا لطف انجمن کا جب دل ہی بجھ گیا ہو

شورش سے بھاگتا ہوں، دل ڈھونڈتا ہے میرا
ایسا سکوت جس پر تقریر بھی فدا ہو

مرتا ہوں خامشی پر، یہ آرزو ہے میری
دامن میں کوہ کے اک چھوٹا سا جھونپڑا ہو

آزاد فکر سے ہوں ، عزلت میں دن گزاروں
دنیا کے غم کا دل سے کانٹا نکل گیا ہو

لذت سرود کی ہو چڑیوں کے چہچہوں میں
چشمے کی شورشوں میں باجا سا بج رہا ہو

گل کی کلی چٹک کر پیغام دے کسی کا
ساغر ذرا سا گویا مجھ کو جہاں نما ہو

ہو ہاتھ کا سرہانا سبزے کا ہو بچھونا
شرمائے جس سے جلوت، خلوت میں وہ ادا ہو

مانوس اس قدر ہو صورت سے میری بلبل
ننھے سے دل میں اس کے کھٹکا نہ کچھ مرا ہو

صف باندھے دونوں جانب بوٹے ہرے ہرے ہوں
ندی کا صاف پانی تصویر لے رہا ہو

ہو دل فریب ایسا کہسار کا نظارہ
پانی بھی موج بن کر اٹھ اٹھ کے دیکھتا ہو

آغوش میں زمیں کی سویا ہوا ہو سبزہ
پھر پھر کے جھاڑیوں میں پانی چمک رہا ہو

پانی کو چھو رہی ہو جھک جھک کے گل کی ٹہنی
جیسے حسین کوئی آئینہ دیکھتا ہو

مہندی لگائے سورج جب شام کی دلھن کو
سرخی لیے سنہری ہر پھول کی قبا ہو

راتوں کو چلنے والے رہ جائیں تھک کے جس دم
امید ان کی میرا ٹوٹا ہوا دیا ہو

بجلی چمک کے ان کو کٹیا مری دکھا دے
جب آسماں پہ ہر سو بادل گھرا ہوا ہو

پچھلے پہر کی کوئل ، وہ صبح کی مؤذن
میں اس کا ہم نوا ہوں ، وہ میری ہم نوا ہو

کانوں پہ ہو نہ میرے دیر وحرم کا احساں
روزن ہی جھونپڑی کا مجھ کو سحر نما ہو

پھولوں کو آئے جس دم شبنم وضو کرانے
رونا مرا وضو ہو ، نالہ مری دعا ہو

اس خامشی میں جائیں اتنے بلند نالے
تاروں کے قافلے کو میری صدا درا ہو

ہر دردمند دل کو رونا مرا رلا دے
بے ہوش جو پڑے ہیں ، شاید انھیں جگا دے

https://www.minhaj.info/di/

The portrayal of women in the media, advertisements, movies, and the fashion and cosmetic world

Hadia Saqib Hashmi
Research Associate, ICRIE, Minhaj University Lahore

The portrayal of women in the media, advertisements, movies, and the fashion and cosmetic world is an important issue from an Islamic perspective. Islam is a religion that values modesty, dignity, and respect for all individuals, regardless of gender. However, the way in which women are portrayed in these industries often contradicts these values. In this essay, we will explore the way in which women get portrayed by the media, in advertisements, movies, and in the fashion and cosmetic world from an Islamic perspective.

Media:

The media has a significant influence on the way women are perceived in society. In Islam, women are valued for their modesty and their role as caretakers of the family. However, the media often portrays women in an un-ethical manner, emphasizing their physical appearance rather than their character or abilities. This type of portrayal is contrary to Islamic values, as it objectifies women and reduces them to objects of desire.

Advertisement:

Advertisements are another area where women are frequently portrayed in a negative light. Advertisements often feature women in unethical positions, with emphasis placed on their bodies rather than their talents dignity or achievements. In Islam, women are valued for their contributions to society, both in the home and in the workplace. The objectification of women in advertising is a violation of Islamic values, as it reduces women to objects of desire rather than individuals with their own thoughts and abilities.

Movies:

Movies are another area where women are often portrayed in a negative light. Women are often depicted as passive, weak, and in need of rescue. This reinforces the idea that women are not capable of taking care of themselves and need to rely on men for protection. In Islam, women are valued for their strength and resilience, and are encouraged to take an active role in their communities. The negative portrayal of women in movies is a violation of Islamic values, as it perpetuates harmful stereotypes that undermine the dignity and worth of women.

The fashion and cosmetic industry:

The fashion and cosmetic industry is another area where women are frequently portrayed in a negative light. The industry places a great deal of emphasis on physical appearance, often promoting unrealistic beauty standards that are unattainable for most women. In Islam, women are valued for their inner beauty and character, rather than their physical appearance. The promotion of unrealistic beauty standards is a violation of Islamic values, as it encourages women to focus on their outward appearance rather than their inner qualities.

From an Islamic perspective, the portrayal of women in the media, advertisements, movies, and the fashion and cosmetic world has a significant impact on the way women are perceived in society. Women are often objectified and reduced to objects of desire, rather than being valued for their contributions to society. This type of portrayal is contrary to Islamic values, which emphasize the importance of modesty, dignity, and respect for all individuals, regardless of gender.

However, there are also positive examples of the portrayal of women in these industries from an Islamic perspective. For example, there are many companies and organizations that promote more diverse representations of women, including women of different races and abilities. These representations are more inclusive and equitable, and celebrate women of all backgrounds.

In addition, there are many Islamic scholars and leaders who promote a positive view of women in society. The Holy Prophet (peace be upon Him) emphasized the importance of treating women with respect and dignity. He also encouraged women to take an active role in their communities and to seek knowledge and education.

The portrayal of women in movies and media has a significant impact on society. When women are depicted in a negative or objectified manner, it can have serious consequences on the way women are perceived and treated in

real life. Some of the consequences of bad portrayals of women in movies and media include:

1. Objectification: When women are consistently portrayed as objects of desire in movies and media, it reinforces the idea that women's worth is based on their physical appearance rather than their character, abilities, and achievements. This can lead to women being treated as objects rather than individuals with their own thoughts and feelings.
2. Harmful stereotypes: Negative portrayals of women in movies and media often rely on harmful stereotypes, such as the idea that women are weak, emotional, or overly dependent on men. These stereotypes can lead to discrimination and prejudice against women in real life.
3. Normalization of violence against women: When violence against women is depicted in movies and media, it can normalize this behavior and make it seem acceptable. This can lead to a culture where violence against women is not taken seriously, and women are not protected from harm.
4. Low self-esteem: The constant bombardment of unrealistic beauty standards in movies and media can lead to low self-esteem among women and girls. This can have serious consequences on their mental health and well-being, and can lead to a variety of problems, including eating disorders, depression, and anxiety.
5. Limited opportunities: When women are consistently portrayed in movies and media as passive, weak, or in need of rescue, it can limit their opportunities in real life. Women may be less likely to be hired for certain jobs or considered for leadership positions if they are perceived as being less capable than men.

Overall, the negative portrayal of women in movies and media has serious consequences on society. It reinforces harmful stereotypes, normalizes violence against women, and limits opportunities for women in real life. It is important for media creators to take responsibility for the messages they are sending and to work to promote more positive and diverse representations of women.

The portrayal of women in the media, advertisements, movies, and the fashion and cosmetic world is an important issue from an Islamic perspective. Women are often objectified and reduced to objects of desire, rather than being valued for their contributions to society.

From an Islamic perspective, the portrayal of women in movies, media, and other forms of entertainment should be in line with the teachings of Islam. The Quran and Sunnah provide guidance on the rights and dignity of

women, and it is important for Muslims to adhere to these principles in all aspects of their lives, including the media.

There are several steps that can be taken from an Islamic perspective to stop bad portrayals of women in movies and media:

Promote Islamic values: It is important to promote Islamic values, such as respect for women, modesty, and decency, in all forms of media. This can be achieved by creating content that portrays women in a positive and respectful manner, and by promoting values that promote their dignity and worth.

Encourage women's participation: Women should be encouraged to participate in the media industry and have a say in the way they are portrayed. This can be achieved by providing training and support to women who want to work in media and by creating opportunities for them to have a voice in the industry.

Avoid objectification: Women should not be objectified in movies and media and their worth should not be based on their physical appearance. Instead, their character, abilities, and achievements should be celebrated and highlighted.

Promote positive role models: Positive role models, such as female scholars, entrepreneurs, and leaders, should be highlighted in movies and media. This can help to inspire and empower women and girls to achieve their full potential.

Monitor and regulate: There should be monitoring and regulation of the media industry to ensure that content is in line with Islamic values and does not promote negative stereotypes or objectify women.

Educate and raise awareness: It is important to educate people about the negative impact of bad portrayals of women in movies and media. This can be achieved through campaigns and awareness-raising initiatives that promote positive values and discourage negative portrayals of women.

In conclusion, stopping bad portrayals of women in movies and media requires a concerted effort from all members of society, including media creators, regulators, and consumers. From an Islamic perspective, it is important to promote Islamic values, encourage women's participation, avoid objectification, promote positive role models, monitor and regulate, and educate and raise awareness. By taking these steps, we can create a media landscape that respects and celebrates the dignity and worth of women.

منہاج القرآن ویمن لیگ کے ذیلی فورم ایگرز کے زیراہتمام ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کے زیرصدارت THE ART OF PARENTING ٹریننگ ورکشاپ

محترمہ فضہ حسین قادری کے زیرصدارت اجتماعی اعتکاف 2023ء کی پلاننگ پر منہاج القرآن ویمن لیگ کا خصوصی اجلاس

منہاج یونیورسٹی لاہور میں وائس اور سکیرز کے زیراہتمام PREMARITAL ٹریننگ سیشن کا انعقاد محترمہ فضہ حسین قادری کا خصوصی خطاب

Monthly
DUKHTARAN-E-ISLAM
APR-2023
LAHORE
Regd CPL No.45

فقہی نشستیں، تربیتی حلقے، محافل قرأت و نعت، مجالسِ ذکر، خصوصی وظائف

خصوصی شرکت ✦ ڈاکٹر حسن محی الدین قادری ✦ ڈاکٹر حسین محی الدین قادری

خواتین کے لیے الگ اعتکاف گاہ کا انتظام

منجانب: نظامتِ اجتماعات تحریک منہاج القرآن

Tel:042-111-140-140
042-35163843
Cell:0333-4244365
0315-3653651

TahirulQadri TahirulQadri www.minhaj.org www.itikaf.com